



U33044

Date: 24-2-05

Title - MUSHTAR KE ZUBAN (MAHIMAJI NE KI
Soccha tha).

Author - Mahatma Gandhi; Musattila Bhai
Chaffar.

Publisher - Anjuman Taraqqi Uloom, Hind (Hijra

Dar - 1947

Pages - 207.

Subjects - Urdu; Hindustani Urdu;

Hindu Muslim Ekta - Urdu.

مشترکہ زبان

(مہاتما جی نے کیا سوچا تھا)



انجمن ترقی اُردو (ہند)
علی گڑھ

ناشر

انجمن ترقی اردو (ہند)

علی گڑھ

۲۷۹۱۵۴۳

(۱۳۳۷)

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U33044

قیمت چار روپیہ آٹھ آنے

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ

Kanai Lal Saksena Collection.

۳۳۰۲۲



۱۶ JUN 1963

میری بات یاد کرو گے!

”میں ہمیشہ تو تمہارے پاس رہوں گا نہیں

مگر تم میرے رخصت ہو جانے کے بعد میرے

الفاظ کو یاد کرو گے..... عدم رواداری

مذہب کی نفی ہے“ ۱۸ دسمبر ۱۹۴۶ء

CHRONED-2002

(الف)

یہہ کتاب کسی تمہید کی محتاج نہیں۔

جو کچھ مہاتما جی لکھ گئے اور کہہ گئے وہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک ایسا جزو ہے جسے نہ تو کوئی حکومت مٹا سکتی ہے اور نہ کوئی سیاسی پارٹی ہمارے دلوں سے نکال سکتی ہے، خواہ وہ کانگریس ہی کیوں نہ ہو!

آج نہیں تو کل ہند کی جنتا کے وچار میں یہہ بات ضرور آئے گی کہ مہاتما جی بہت دور تک دیکھ رہے تھے اور جو کچھ وہ کہہ گئے وہ پتھر کی لکیر ہے۔ ایک دن آن کے کہے کی سچائی سب کو مائل ہی پڑیگی۔ موجودہ حالت تو ایک چلتی پھرتی چھانوں ہے۔ سچی روشنی تو صرف سچائی ہی کی ہوتی ہے جس کے لئے ”بابو“ نے اپنی جان دی۔ جس زبان میں خود مہاتما جی بات چیت کرتے تھے، قریب قریب وہی زبان اس کتاب میں اختیار کی گئی ہے۔

مجھے نو جیوں ٹرسٹ احمد آباد کا شکریہ ادا کرنا ہے جس نے انجمن کو مہاتما گاندھی کی مطبوعہ تقریروں اور تحریروں کی مدد سے اس کتاب کو مرتب کرنے کی اجازت دی۔

محمد عبدالغفار

علی گڑھ - ۵ جنوری سنہ ۱۹۵۰ ع

(ب)

گاندھی جی نے ہندوستان کو بہت سی چیزیں دی ہیں۔ مگر شائد کم لوگوں کا دھیان اس طرف گیا ہوگا کہ ایک بڑی چیز جو ہندوستان کو آن کے ہاتھوں سے ملی وہ اسکی مالکی زبان ہے۔ بہت سی بویان رکھنے پر بھی ہندوستان اپنی مالکی بولی نہیں رکھتا تھا۔ گاندھی جی نے اس کی پیہہ کی پوری کردی۔

انگریزی زبان حکومت کے دروازے سے آئی۔ لیکن آتے ہی سارے ملک پر چھا گئی اور اس طرح چھا گئی کہ ہماری تعلیمی، علمی اور سماجی زبان کی جگہ اسی کو مل گئی۔ اب پڑھے لکھے ہندوستانی اپنی مالکی زبان میں بات چیت کرنا شرم کی بات سمجھنے لگے تھے۔ بڑائی اور عزت کی بات یہی سمجھی جاتی تھی کہ ہر موقع پر انگریزی ہی زبان سے نکلے۔ لوگ اپنی بچ کی بات چیت میں بھی انگریزی کو بھلانا پسند نہیں کرتے تھے۔

پچھلی صدی کے آخری حصے میں ملک کی نئی سیاسی جاگرتی شروع ہوئی اور انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد پڑی۔ اب کانگریس کے جلسے اس لئے ہونے لگے تھے کہ ملک کی قومی مانگوں اور قومی فیصلوں کی آواز دنیا کو سنائی جائے۔ لیکن پیہہ آواز بھی اپنی زبان میں نہیں آٹھتی تھی، انگریزی میں آٹھتی تھی۔ ہندوستان اب انگلینڈ کو پیہہ بات سنانا چاہتا تھا کہ اسکا ملک خود اس کے

(ج)

لئے ہے ، دوسروں کے لئے نہیں ہے ۔ لیکن یہ بات کہنے کے لئے بھی آسے اپنی ہندوستانی زبان نہیں ملی تھی ۔ وہ دوسروں ہی کی زبان آدھار لیکر اپنا کام چلانا چاہتا تھا ۔

لیکن جیوں ہی گاندھی جی نے ملک کے سیاسی میدان میں قدم رکھا ، اچانک ایک نیا انقلاب ابھرنا شروع ہو گیا ۔ اب ملک کی آواز خود اس کی زبان میں اٹھنے لگی اور ملک کی زبان میں بات چیت کرنا شرم کی بات نہیں رہی ۔ انہوں نے لوگوں کو یاد دلایا کہ شرم کی بات یہہ نہیں ہے کہ ہم اپنی زبان بولیں ، شرم کی بات یہہ ہے کہ اپنی زبان بھول جائیں ۔ انہوں نے ۲۱ - ۱۹۲۰ میں سارے ملک کا دورہ کیا اور سیکڑوں تقریریں کیں ، لیکن ہر جگہ ان کی تقریروں کی زبان ہندوستانی ہی رہی ۔

مجھے یاد ہے کہ پہلی بڑی لڑائی کے زمانے میں ، جب میں رانچی میں قید تھا ، تو میں نے اخباروں میں اس کانفرنس کی کاروائی پڑھی تھی ، جو سنہ ۱۹۴۷ء میں لارڈ چیمسفورڈ نے دلی میں بلائی تھی ۔ گاندھی جی اس کانفرنس میں شریک ہوئے تھے ، مگر انہوں نے یہہ بات بطور شرط کے ٹھہرائی تھی کہ وہ تقریر ہندوستانی میں کریں گے ۔ اس وقت اخباروں نے اس واقعہ کو ایک نئی اور عجیب طرح کی بات خیال کیا تھا ۔ لیکن یہہ نئی بات بہت جلد ملک کی

(د)

سب سے زیادہ عام بات بننے والی تھی۔ چنانچہ آج ہم سب دیکھ رہے ہیں کہ جو جگہ ۲۰ برس پہلے انگریزی زبان کی سمجھی جاتی تھی، وہ ہندوستانی زبان نے لے لی ہے۔

ابوالکلام آزاد

(اوپر کا لکھان میری تعریف کے لئے نہیں ہے۔ جو آدمی اپنا دھرم سمجھ کر کچھہ سیوا کرتا ہے، اس میں تعریف کیا ہے؟ مولانا صاحب عالم ہیں، فارسی اور عربی کا گیان رکھتے ہیں، اس لئے اردو خوب جانتے ہیں۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ نہ تو عربی فارسی لدی اردو ہندوستان کی عام زبان ہو سکتی ہے اور نہ سنسکرت بھری ہندی۔ اس لئے وہ اردو اور ہندی کا میل چاہتے ہیں، اور دونوں کو ملا کر بولتے ہیں۔ میں نے اُن سے پراٹھنا کی ہے کہ ہر ہفتے ایک چھوٹا سا ہندوستانی لیکھ دیتے رہیں، جس سے ہندوستانی کا ایک نمونہ ہریجن سیوک، پڑھنے والوں کو ملتا رہے۔ اس کوشش کا پہلا نمونہ اوپر کا لکھان ہے۔

(’ہری جن سیوک‘)

م۔ ک۔ گاندھی

(۲۶ جون سنہ ۱۹۴۶ء)

”لیکن یہہ ہندوستانی ہے کیا چیز؟ اردو یا ہندی سے
الک اس نام کی کوئی بھاشا نہیں اس لئے اس کا صحیح
مطلب تو ہندی اور اردو ہی ہو سکتا ہے ...“

”آج ہندوستانی کا اپنا کوئی ایسا سنگٹھن نہیں جو ان
ایک دوسرے سے دور بھاگتی ہوئی دھاراؤں کو نزدیک لانے
اور ملانے کی کوشش میں لگا ہو۔ ہندی ساہتیہ سمیلن اور
انجمن ترقی اردو کو یہہ کام کرنا ہے۔“

”جو بھی سنہستہا میرے بتائے ہوئے ڈھنگ پر کام کریگی
وہ نہ صرف اپنی بھاشا کو امر بنائیگی بلکہ آخر میں ایک
ایسی ملی جلی بھاشا بھی پیدا کریگی جو سارے دیش کے
کام آئیگی۔“

”آتری ہندوستان میں جس بھاشا کو وہاں کے لوگ بولتے
ہیں، اسے چاہے آپ اردو کہیں چاہے ہندی۔ بات ایک ہی
ہے۔ اردو لکھاوٹ میں لکھ کر اسے اردو کے نام سے
پہچانٹی اور اون ہی فقروں کو ناگری میں لکھ کر اسے
ہندی کہہ لیجئے۔“

(م۔ک۔ گاندھی)

(و)

ہندوستانی کا مطلب اردو نہیں بلکہ
ہندی اردو کی وہ خوبصورت ملاوٹ ہے
جسے اتری ہندوستان کے لوگ سمجھ
سکیں اور جو ناگری یا ارود لکھاوٹ میں
لکھی جاتی ہو۔ یہ پوری راشٹر بہاشا ہے۔
باقی جو کچھ ہے وہ ادھورا ہے۔

پوری راشٹر بہاشا سیکھنے والوں کو
اب د و نوں ہی لکھاوٹیں سیکھنی چاہئیں۔
راشٹر پریم کا ٹھیک یہی تقاضا ہے۔ جو
اوسے جانیگا وہ پائیگا اور جو نہ جانے گا
وہ کہوئیگا۔

(موهن داس کرم چند گاندھی)

(۱) اردو اور ناگری لکھاوٹ

”ہر ایک پڑھے لکھے ہندوستانی کو اپنی بہاشا، ہندو کو سنسکرت، مسلمان کو عربی، پارسی کو فارسی اور سب کو ہندی جانتی چاہئے۔ کچھ ہندوؤں کو عربی اور کچھ مسلمانوں اور پارسیوں کو سنسکرت سیکھنی چاہئے۔ آتر اور پچھم میں رہنے والے ہندوستانی کو تامل سیکھنی چاہئے مگر سارے ہندوستان کے لئے تو ہندی ہی ہونی چاہئے، اسے اردو میں لکھا جائے یا ناگری میں۔ ہندو مسلمانوں کے وچاروں کو ٹھیک رکھنے کے لئے بہت سے ہندوستانیوں کے لئے دونوں لکھاوٹوں کا جاننا ضروری ہے۔ ایسا ہونے پر ہم آپس کے بیوہار میں سے انگریزی کو نکال باہر کر سکیں گے۔“

(ہند سوراچ، سنہ ۱۹۰۹ء)

(۲) ہندی بہاشا کیا ہے؟

ہندی بہاشا میں اسے کہتا ہوں، جسے آتر میں ہندو اور مسلمان بولتے ہیں، اور جو دیوناگری یا اردو لکھاوٹ میں لکھی جاتی ہے۔ اس تعریف کے متعلق تھوڑا اختلاف پایا گیا ہے۔ دلیل یہ دی جاتی ہے کہ ہندی اور اردو دو الگ بہاشائیں ہیں۔ یہہ دلیل ٹھیک نہیں۔ ہندوستان کے آتری حصے میں مسلمان اور ہندو دونوں ایک ہی بہاشا بولتے

ہیں۔ فرق صرف پڑھے لکھوں نے پیدا کیا ہے۔ یعنی پڑھے لکھے ہندو، ہندی کو سنسکرت بھری بنا ڈالتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے مسلمان آسے سمجھہ نہیں پاتے۔ لکھنؤ کے مسلمان بھائی فارسی لدی آردو بول کر آسے ایسی شکل دے دیتے ہیں کہ ہندو نہیں سمجھہ سکتے، یہہ دونوں غیر زبانیں ہیں، اور عام جنتا کے بیچ آن کی کوئی جگہ نہیں۔ میں آتر مہن رہا ہوں، ہندوؤں اور مسلمانوں کے ساتھ خوب ملا ہوں، اور ہندی بھشا کی میری اپنی جانکاری بہت کم ہونے پر بھی آن کے ساتھ ملنے برتنے میں مجھے ذرا بھی دقت نہیں ہوئی ہے۔

(۳) آردو ہندی ایک ہی ہے

آتری ہندوستان میں جس بھاشا کو وہاں کے لوگ بولتے ہیں آسے آپ چاہے آردو کہیں چاہے ہندی، بات ایک ہی ہے۔ آردو لکھاوٹ میں لکھہ کر آسے آردو کے نام سے پہچانتے اور آن ہی فقروں کو ناگری میں لکھہ کر آسے ہندی کہہ لیجئے۔

لکھاوٹ

اب رہا سوال لکھاوٹ کا۔ فی الحال مسلمان لڑکے ضرور ہی آردو لکھاوٹ میں لکھینگے، ہندو زیادہ تر دیوناگری میں لکھینگے۔ ”زیادہ تر“ میں اس لئے کہتا ہوں کہ ہزاروں ہندو آج بھی اپنی ہندی آردو لکھاوٹ میں

لکھتے ہیں ، اور کچھ تو ایسے ہیں ، جو دیونا گری جانتے بھی نہیں۔ آخر جب ہندوؤں اور مسلمانوں کے بیچ شک کی تھوڑی بھی گنجائش نہ رہیگی ، جب بے اعتباری کے سبب کارن دور ہو چکینگے تب جس لکھاوٹ میں شکتی رہیگی ، وہ زیادہ لکھی جائیگی اور وہ راشٹر کی لکھاوٹ بنیگی۔ اس بیچ جن مسلمان بھائیوں کو اردو لکھاوٹ میں عرضی لکھنے کی اجازت ہوگی ، ان کی عرضی راشٹر میں ہر جگہ قبول کی جائیگی ، کی جانی چاہئے۔

اردو کا جنم ہندی میں سپایا ہوا ہے

ہندی کا مقابلہ کرنے والی دوسری کوئی بھاشا نہیں ، ہندی کے بعد یہہ جگہ بنگلا کو حاصل ہے ، پھر بھائی بنگالی بھائی بنگال کے باہر تو ہندی کا ہی استعمال کرتے ہیں۔ ہندی بولنے والا جہاں جاتا ہے وہاں ہندی کو ہی استعمال کرتا ہے اور اس پر کسی کو اجنبیا نہیں ہوتا۔ ہندی بولنے والے دھرم پر چارک اور اردو کے مولوی سارے ہندوستان میں تقریریں ہندی ہی میں کرتے ہیں ، اور ان پڑہ جتنا بھی اسے سمجھ لیتی ہے۔ ان پڑہ گجراتی بھی آتر میں جا کر ہندی کا تھوڑا بہت استعمال کر لیتا ہے ، یہاں تک کہ آتر کا بھیا بمبئی کے سیٹھ کی دربان گیری کرتا ہوا بھی گجراتی بولنے سے انکار کرتا ہے ، اور سیٹھ بھیا کے ساتھ ٹوٹی پھوٹی ہندی بولنا

شروع کر دیتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ ٹھیکہ دراوڑ صوبوں میں بھی ہندی کی آوازیں سنائی پڑتی ہیں۔ یہہ کہنا ٹھیک نہیں کہ مدراس میں تو سب کام انگریزی سے چلتا ہے، میں نے وہاں بھی اپنا کام ہندی میں کیا ہے۔ سینکڑوں مدراسی مسافروں کو میں نے دوسرے لوگوں کے ساتھ ہندی میں بولتے سنا ہے۔ پھر مدراس کے مسلمان بھائی تو ٹھیک۔ ٹھیک ہندی بولتا جانتے ہیں۔ یہاں یہہ یاد رکھنا چاہئے کہ سارے ہندوستان کے مسلمان اردو بولتے ہیں۔ اور سب صوبوں میں اون کی گستی کچھہ کم نہیں ہے۔ اس طرح ہندی بھاشا راشٹر بھاشا بن چکی ہے۔ ہم نے بہت برس پہلے راشٹر بھاشا کے روپ میں اس کا استعمال کیا ہے۔ اردو کا جنم بھی ہندی ہی کی اس شکستی میں سمایا ہوا ہے۔ مسلمان بادشاہ فارسی عربی کو راشٹر بھاشا نہیں بنا سکے۔ انہوں نے ہندی گریمر کو مانا اور اردو لکھاوٹ کا استعمال کر کے فارسی لفظوں کا زیادہ استعمال کیا۔ لیکن عام جنتا کے ساتھ وہ اپنے کاروبار کو پردیسی بھاشا کے ذریعہ نہ چلا سکے۔ انگریز حاکموں سے یہہ بات چھپی نہیں ہے۔ جن لوگوں کو فوجی جاتیوں کا تجربہ ہے، وہ جانتے ہیں کہ سپاہیوں کے لئے ہندی یا اردو میں اشارے رکھنے پڑتے ہیں۔

اس طرح ہم یہہ جانتے ہیں کہ راشٹر بھاشا تو ہندی

ہی ہو سکتی ہے۔ پھر بھی مدراس کے پڑھے لکھے لوگوں کے لئے یہہ سوال مشکل ضرور ہے۔

دکھنی، گجراتی، سندھی اور بنگالی کے لئے تو یہہ بہت آسان ہے۔ وہ کچھ ہی مہینوں میں ہندی کا اچھا گیان حاصل کر کے راشٹر کا کاروبار اس میں چلا سکتے ہیں۔ تامل بھائیوں کے لئے یہہ اتنا آسان نہیں۔ تامل وغیرہ دراوڑ بھاشائیں ہیں، اور آن کی بناوٹ اور گرامر سنسکرت سے بالکل ہی الگ ہے۔ سنسکرت بھاشاؤں اور دراوڑ بھاشاؤں کے بیچ کچھ شبہوں کی شرکت کو چھوڑ کر دوسری کوئی زیادہ شرکت پائی نہیں جاتی۔ لیکن یہہ مشکل آج کل کے پڑھے لکھے لوگوں کے لئے ہی ہے۔ آن کے دلوں میں جو اپنے دیش کا پریم ہے اُس پر ہر وسہ کرتے ہوئے ہیں ان سے یہہ آمید رکھنے کا حق ہے کہ وہ خاص طور پر محنت کر کے ہندی سیکھ لیں گے۔ اگر ہندی کو اُس کا رتبہ حاصل ہو جائے تو آنے والے زمانے میں ہر ایک مدراسی پانچہ سالہ میں ہندی اپنی جگہ بنالے، اور مدراس کو دوسرے صوبوں سے خاص واقفیت حاصل کرنے کا موقع مل جائے۔ انگریزی بھاشا دراوڑ جنتا میں داخل نہیں ہو سکی ہے۔ لیکن ہندی کو اپنا گھر بنانے میں وقت نہیں لگے گا۔ تیلگو والے تو آج بھی اس کام میں کوشش کر رہے ہیں۔ کون سی بھاشا راشٹر بھاشا

ہو سکتی ہے، اس کے بارے میں یہہ کانفرنس کسی ایک فیصلے پر پہنچ سکے تو پھر اس کام کو پورا کرنے کے لئے ترکیب سوچنے کی ضرورت پیدا ہوگی۔ جو ترکیبیں مادری بھاشا کے لئے ٹھیک ہیں، وہی ضروری پھر بھار کے ساتھ، راشٹر بھاشا کے لئے بھی ٹھیک ہو سکتی ہیں خاص کر گجراتی کو تعلیم کا ذریعہ بنانے کی کوشش تو زیادہ تر ہم ہی کو کرنی ہوگی لیکن راشٹر بھاشا کی تحریک میں تو سارا دیش ہاتھ بٹائیگا۔

(تقریر جو گجرات شمشا پریشد کے سبھا پتی کی حیثیت سے کی۔ بمڑوچ۔ سنہ ۱۹۱۷ ع)

(۳) بھاشا مان کی برابر

بھاشا کا معاملہ بڑا بھاری اور بڑا ہی اہم ہے۔ اگر سب نیتا سب کام چھوڑ کر صرف اسی بات پر لگے رہیں، تو بس ہے۔ اگر ہم لوگ بھاشا کے سوال کو کم اہم سمجھیں گے یا ادھر سے اپنا خیال ہٹالینگے، تو اس وقت لوگوں میں جو لہر چل رہی ہے، لوگوں کے دلوں میں جو خیال پیدا ہو رہا ہے، وہ بیکار ہو جائیگا۔

بھاشا مان کے برابر ہے۔ مان پر ہمارا جو پریم ہونا چاہئے وہ ہم لوگوں میں نہیں ہے۔ مجھے تو ایسے سمین سے بھی اصل میں پریم نہیں ہے۔ تین دن کا جلسہ ہوگا، تین

دن کہہ سنکر ہمیں جو کرنا ہوگا، آسے ہم بھول جائیں گے۔ سبھا پتی کے بھاشن میں زور نہیں ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہے، وہ آس میں نہیں ہے۔ یہہ تو ہم پر اور ہماری پر جا کے اوپر ایک بڑا دھبہ ہے کہ ہماری بھاشا میں زور نہیں ہے۔ جن میں سوچ و چار نہیں آن میں زور نہیں۔ حب ہم میں زور آئے گا تب ہی ہماری جنتا میں اور ہماری بھاشا میں زور آئیگا۔

ودیشی بھاشا کے ذریعہ آپ جو آزادی چاہتے ہیں، وہ نہیں مل سکتی، کیونکہ اوس میں ہم ماہر نہیں ہیں۔ خوشی کی بات ہے کہ اندور میں سب کام ہندی میں ہوتا ہے، پھر بھی معاف کیجئے گا، پردھان منتری صاحب کا جو خط آیا ہے، وہ انگریزی میں ہے۔ اندور کی پر جا یہہ بات نہیں جانتی ہوگی، پر میں اوسے بتلاتا ہوں کہ یہاں عدالتوں میں پر جا کی عرضیاں ہندی میں لی جانی ہیں، پر ججوں کے فیصلے اور وکیل بیرسٹروں کی بحث انگریزی میں ہوتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اندور میں ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ہاں یہہ ٹھیک ہے، میں یہہ مانتا ہوں کہ انگریزی راج میں یہہ تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی، مگر دیسی ریاستوں میں تو کامیاب ہونا ہی چاہئے۔ پڑھے لکھے لوگ انگریزی کے موہ میں پھنس گئے ہیں، اپنی مادری بھاشا سے انہیں نفرت ہو گئی ہے۔ گویا اصل ماں کے دودھہ میں زھر ملا ہوا

تھے، اور دوسری ماں سے خالص دودھ ملتا ہے۔ بنا اس خالص دودھ کے ملے ہماری ترقی ہونا نا ممکن ہے۔ جو اندھا ہے، وہ دیکھ نہیں سکتا اور جو غلام ہے وہ نہیں جانتا کہ اپنی بیڑیاں کس طرح توڑے۔ پچاس برسوں سے ہم انگریزی کے موہ میں بہہ رہے ہیں۔ ہماری پر جا جمالت میں ڈوبی جا رہی ہے۔ سمیلن کو اس طرف خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے.....

ہندی، بھاشا کا وطن

ساتھیہ کا دائرہ بھاشا کی بھومی جاننے پر ہی طے ہو سکتا ہے۔ اگر ہندی بھاشا کی بھومی صرف آتری صوبہ ہوگی، تو ساتھیہ کا دائرہ تنگ رہیگا۔ اگر ہندی بھاشا راشٹر بھاشا ہوگی، تو ساتھیہ کی پھیلاوٹ بھی راشتری ہوگی جیسے بھاشا کے بولنے والے ویسی بھاشا۔ بھاشا ساگر میں نہانے کے لئے یورپ، چین، دکھن آفریقا سے بڑے بڑے مسلمان آئینگے، تو ساگر کی بڑائی نہانے والوں کے لائق ہونا چاہئے۔ اس لئے ساتھیہ کی نظر سے بھی ہندی بھاشا کی جگہ سوچنے کے لائق ہے۔

ہندی بھاشا کی پھیلاوٹ کا تھوڑا سا خیال کرنا ضروری ہے۔ میں کئی بار بیان کر چکا ہوں کہ ہندی بھاشا وہ بھاشا ہے جس کو اتر میں ہندو مسلمان بولتے ہیں، اور جو داگری یا فارسی لکھاوٹ میں لکھی جاتی ہے۔ یہ ہندی

ایک دم سنسکرت لدی نہیں ہے، نہ وہ ایک دم فارسی شبدوں سے لدی ہوئی ہے۔ دیہاتی بولی میں جو مٹھاس میں دیکھتا ہوں، وہ نہ لکھنؤ کے مسلمان بھائیوں کی بولی میں، نہ آلہ آباد کے بلڈتوں کی بولی میں پائی جاتی ہے۔ بھاشا وہی پیاری ہے، جس کو تمام لوگ سمجھ میں سمجھ لیں۔ دیہاتی بولی سب سمجھتے ہیں، بھاشا کی اجڑیں کروڑوں آدمیوں میں ملیں گی۔ ہمالیہ میں سے نکلتی ہوئی گنگا بھی آخر زمانے تک بہتی رہیگی۔ ایسی ہی دیہاتی ہندی کی عزت رہیگی، اور جیسے جھوٹی سی پہاڑی سے نکلتا ہوا جھرنا سوکھ جاتا ہے، ویسی ہی سنسکرت سے دی اور فارسی سے لدی ہندی کی حالت ہوگی۔

ہندو مسلمانوں کا فرق بناوٹی ہے

ہندو مسلمانوں میں جو فرق کیا جاتا ہے، وہ بناوٹی ہے۔ ایسا ہی بناوٹی پن ہندی اور اردو بھاشاکے فرق میں ہے۔ ہندوؤں کی بولی سے فارسی شبدوں کو بالکل الگ کرنا اور مسلمانوں کی بولی سے سنسکرت کو بالکل الگ کر دینا غیر ضروری ہے دونوں کا قدرتی سنگ، گنگا جمن کے سنگ سا خوبصورت، قائم رہیگا۔ مجھے امید ہے کہ ہم ہندی اردو کے جھگڑے میں پڑ کر اپنی طاقت کم نہیں کریں گے۔ اپنی کچھ تکلیف ضرور ہے۔ مسلمان بھائی عربی لکھاوٹ میں ہی

لکھینگے، ہندو ناگری لپی میں لکھینگے۔ اس لئے راشٹر میں دونوں کی جگہ مانی چاہئے۔ عملداروں کو دونوں لکھاؤں کا لحاظ ضرور ہونا چاہئے۔ اس میں کچھ مشکل نہیں ہے۔ آخر میں جس لکھاؤ میں زیادہ آسانی ہوگی اس کی حیت ہوگی۔ بہارت ورش میں آپسی بیوہار کے لئے ایک بھاشا ہونی چاہئے، اس میں کچھ شک نہیں ہے، اگر ہم ہندی آردو کا جھگڑا بھول جائیں۔ ہم جانتے ہیں کہ مسلمان بھائیوں کی تو آردو ہی راشٹری بھاشا ہے۔ اس بات سے یہ بھی آسانی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ ہندی یا آردو مغلوں کے زمانے سے راشٹر بھاشا بنتی جاتی تھی۔

بہاشا کا لین دین

آج بھی ہندی سے مقابلہ کرنے والی دوسری کوئی بھاشا نہیں ہے۔ ہندی آردو کا جھگڑا چھوڑنے سے راشٹر بھاشا کا سوال آسان ہو جاتا ہے۔ ہندوؤں کو فارسی شہد تھوڑے بہت جاننے پڑیں گے، مسلمان بھائیوں کو سنسکرت شہدوں کا گیان حاصل کرنا پڑیگا۔ ایسے لین دین سے نسلمی بھاشا کا بل بڑھ جائیگا اور ہندو مسلمانوں کی ایکٹا کا ایک بڑا ذریعہ ہمارے ہاتھ میں آجائیگا۔ انگریزی بھاشا کا موہ دور کرنے کے لئے اتنی زیادہ محنت کرنی پڑیگی کہ ہمیں لازم ہے کہ ہم ہندی آردو کا جھگڑا نہ اٹھائیں۔ لکھاؤ کی تسمرار بھی ہم کو نہ کرنی چاہئے۔

یہ کہنا ضروری نہیں ہے کہ میں انگریزی بھاشا سے نفرت نہیں کرتا ہوں۔ انگریزی ساہتہ بھندار سے میں نے بھی بہت راتوں کا استعمال کیا ہے۔ انگریزی بھاشا کے ذریعہ ہم کو سائنس وغیرہ کی خوب جانکاری حاصل کرنی ہے اس لئے انگریزی کی جانکاری بھارت بانیوں کے لئے ضروری ہے۔ لیکن اس بھاشا کو آس کی ٹھیک ٹھیک جگہ دینا ایک بات ہے، آس کی پوجا کرنا دوسری بات ہے۔ ہندی۔ آردو رائٹر بھاشا ہونی چاہئے۔ اس بات کو صرف مان لینے سے ہمارا مطالب پورا نہیں ہو سکتا، تو پھر کس طرح ہم کامیاب ہو سکیں گے؟ جن ودوانوں نے اس منڈپ کو شان بخشی ہے، وہ بھی اپنی بات جیت سے ہم کو اس بارے میں ضرور کچھ سنائیں گے۔ میں صرف بھاشا پر چار کے بارے میں کچھ کہوں گا۔ بھاشا پر چار کے لئے ہندی سکھانے والی کتاب ہونی چاہئے۔ ہندی بنگالی سیکھنے والوں کے لئے ایک چھوٹی سی کتاب میں نے دیکھی ہے، ویسی ہی مراٹھی میں بھی ہے۔ دوسری بھاشاؤں کے لئے ایسی کتابیں دیکھنے میں نہیں آئی ہیں۔ یہ کام کرنا جیسا آسان ہے، ویسا ہی ضروری ہے مجھے امید ہے کہ یہ کانفرنس اس کام کو جلدی سے اپنے ہاتھ میں لے گی۔ ایسی کتابیں ودوان اور تجربہ رکھنے والوں سے لکھوانی چاہئیں۔ سب سے مشکل معاملہ دراوڑ بھاشاؤں کے لئے ہے۔ وہاں تو کچھ کوششیں بھی نہیں ہوئی ہیں ہندی بھاشا

سکھانے والے، ماسٹروں کو تیار کرنا چاہئے.....
 ہندی بھاشا کی ایک بھی ہر طرح پوری گرامر میرے دیکھنے
 میں نہیں آئی ہے۔ جو ہے، سو انگریزی میں ولایتی
 پادریوں کی بنائی ہوئی ہے۔ ایسی ایک گرامر ڈاکٹر کیلاگ کی
 بنائی ہوئی ہے ہندوستان کی اور دوسری بھاشاؤں کا
 مقابلہ کرنے والی گرامر ہماری بھاشا میں ہونی چاہئے۔
 ہندی پریمی ودوانوں سے میری عرض ہے کہ وہ اس کمی
 کو دور کریں۔ ہماری راشٹری سبھاؤں میں ہندی بھاشا ہی
 کا استعمال ہونا ضروری ہے۔ کانگریس کے کام کرنے
 والوں اور ممبروں کے ذریعہ یہہ کوشش ہونی چاہئے۔
 میرا مطلب ہے کہ یہہ سبھا ایسی پرارتہنا آئندہ ہونے
 والی کانگریس میں آس کے آدمیوں کے سامنے پیش کرے
 ہماری قانونی سبھاؤں میں بھی راشٹری بھاشا سے کام چلنا
 چاہئے۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا تب تک پرجا کو ملک
 کے کاموں میں ٹھیک تعلیم نہیں مل سکتی ہے، اس تعلیم
 سے آج پرجا خالی رہتی ہے.....

(اندور میں ایک تقریر سنہ ۱۹۱۸ع)

ہندی ہندستانی

چند سو عملداروں یا جاگوں کی سمولیت کے لئے
 کروڑوں لوگوں کو ایک پردیسی بھاشا سیکھنی پڑتی ہے۔
 یہہ بیہودے پن کی حد ہے۔ اکثر ہماری پچھلی مثالیں لے

کر یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ دیش کی مرکزی سرکار کو مضبوط بنانے کے لئے ایک راشٹری بھاشا کی ضرورت ہے۔ اس بارے میں بحث کی کوئی گنجائش نہیں کہ لوگوں کے لئے ایک ایسے ذریعہ کی جو سب کو منظور ہو ضرورت ہے۔ لیکن انگریزی کو وہ جگہ نہیں دی جاسکتی۔ حاکموں کو دیشی بھاشائیں اپنائی چاہئیں۔ اس سوال پر غور کرنے والے ہر ایک آدمی کے لئے دھیان میں رکھنے کے لائق پہلی بات یہ ہے کہ ۱۰ برس کے انگریزی راج کے بعد بھی انگریزی بھاشا۔ ہندوستان کی راشٹر بھاشا کی جگہ حاصل کرنے میں ناکام ہوئی ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ایک طرح کی ٹوٹی بھوٹی انگریزی ہمارے شہروں میں اپنی کچھ جگہ بنا پائی ہے۔ لیکن اس حقیقت سے تو وہ لوگ ہی چوندھیا سکتے ہیں، جو بمبئی۔ کاکتے۔ جیسے شہروں میں بیٹھ کر ہمارے راشٹری سوالوں پر غور کیا کرتے ہیں۔ مگر آخر ایسے لوگ کتنے ہیں؟ ہندوستان کی کل آبادی کے ۲۵ فی سیکڑہ ہی تو ہیں۔ انگریزی کے حائیتی ایک دوسری بات یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ ہماری بہت سی دیشی بھاشائیں ایک دوسری سے مائنی جلتی ہیں اور اس لئے ایک مدراس صوبہ کو چھوڑ کر باقی سب صوبوں کے لئے راشٹر بھاشا کے نئے ہندی کے موافق ہیں۔ ہندی کے اس لابیہ کو اور ہمارے حال کی

راشٹری بیداری کو دیکھتے ہوئے ہم انگریزی کو اپنی
راشٹر بھاشا کے روپ میں کیسے مان سکتے ہیں۔

(نیک انڈیا، ۲۱ مئی سنہ ۱۹۲۰ء)

ہندی سیکھ لیجئے

مجھے بکا وشواس ہے کہ کسی دن دراوڑ بھائی بہن
جم کر ہندی سیکھیں گے۔ آج انگریزی پر قابو پانے کے لئے
وہ جتنی محنت کرتے ہیں۔ اس کا آٹھواں حصہ یہی
ہندی سیکھنے میں کریں۔ تو باقی ہندوستان کے جو دروازے
آج ان کے لئے بند ہیں وہ کھل جائیں اور وہ اس طرح
ہمارے ساتھ ایک ہو جائیں جیسے پہلے کہی نہ تھے۔
میں جانتا ہوں کہ اس پر کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ یہ
دلیل تو دونوں طرف لاگو ہوتی ہے۔ دراوڑ لوگوں
کی گنتی کم ہے۔ اس لئے اس خیال سے کہ راشٹر کی
شکنتی فضول خرچ نہ ہو۔ یہ ضروری ہے کہ ہندوستان
کے باقی سب لوگوں کو دراوڑ دیس کے ساتھ بات چیت
کرنے کے لئے تامل، تیلگو، کنڑہ اور ملیالم سکھانے کے
بدلے دراوڑ بھارت والوں کو باقی ہندوستان کی عام زبان
سیکھ لینی چاہئے۔ اسی خیال سے پچھلے ۱۸ مہینوں سے
الہ آباد کے ہندی سہتیہ مہمان کی طرح مدراس میں ہندی پر چار
کا کام زور سے چل رہا ہے۔ پچھلے ہفتہ بمبئی میں اگر وال
مارواڑی جلسہ ہوا تھا۔ میری اپیل کے جواب میں اس

سمیان نے مدراس صوبہ میں پانچ سال تک ہندی پر چار
 کام کرنے کے لئے پانچ لاکھ کا چندہ کرا دیا ہے اس سے
 الہ آباد کے سمیان کی اور آن دراوڑ بھائی بہنوں کی ذمہ
 داری بڑھ جاتی ہے جو میرے ساتھ یہہ مانتے ہیں کہ
 پوری طرح راشٹری اتحاد کے لئے مدراس والوں کو ہندی
 سیکھ لینا چاہئے۔ کوئی بھی دراوڑ یہہ نہ سوچے کہ
 ہندی سیکھنا ذرا بھی مشکل ہے۔ اگر روز کے دل بہلاؤ
 کے وقت میں سے قاعدے کے ساتھ تھوڑا سے نکلا جائے
 تو معمولی آدمی ایک سال میں ہندی سیکھ سکتا ہے۔ میں
 تو یہہ بھی سوچھانے کی ہمت کرتا ہوں کہ اب بڑی بڑی
 میونسپلٹیاں اپنے مدرسوں میں ہندی کی پڑھائی کو اختیاری
 بنائیں۔ میں اپنے تجربے سے یہہ کہہ سکتا ہوں کہ
 دراوڑ بالک بڑی آسانی سے ہندی سیکھ لیتے ہیں۔
 شاید کچھ وہی لوگ یہہ جانتے ہوں گے کہ دکھنی۔ افریقہ
 میں رہنے والے لگ بھگ سبھی۔ تامل۔ تیاگو بولنے والے
 لوگ ہندی سمجھتے ہیں اور آس میں بات چیت کر سکتے
 ہیں۔ اس لئے میں حوصلہ کر کے چاہتا ہوں کہ کہلے دل
 مارواڑیوں نے مفت ہندی سیکھنے کی جو سہولیت پیدا
 کر دی ہے، مدراس کے نوجوان آس کی قدر کریں گے
 یعنی وہ اس سہولیت سے فائدہ اٹھائیں گے۔

(ینگ انڈیا ۱۶ جون سنہ ۱۹۲۰ء)

ہندوستانی اور کانگریس

میں دیکھتا ہوں کہ اب کانگریس کا سارا کام خاص کر ہندوستانی میں ہونے کی وجہ سے شریعتی اپنی بیسٹ ناراض ہوئی ہیں، اور مجھے تعجب ہے کہ وہ اس نتیجہ پر پہنچی ہیں کہ اس سے کانگریس راشٹری نہ رہ کر ایک صوبائی سبھا بن گئی ہے۔ میرے دل میں شریعتی بیسٹ کے لئے اور ان کی بھارت سیوا کے لئے بہت عزت ہے۔ ہندوستان کے لئے آزادی کے خیال کو جتنا انہوں نے لوگوں میں پیارا بنایا، اتنا دوسرے کسی نے نہیں بنایا۔ ہم میں سے جو اونچے درجے کے ہیں، اور عمر میں چھوٹے ہیں وہ بھی ان کی محنت، ان کی لگن اور ان کی ہمت کو یاد نہیں رکھتے۔ انہوں نے اپنا سب کچھ ہندوستان کی سیوا کے لئے دے ڈالا ہے۔ اپنی جوان عمر کا بہترین حصہ انہوں نے ہندوستان کی سیوا میں خرچ کیا ہے اور اس کی وجہ سے وہ شاید لوکمانیہ تلک کے بعد دوسرے نمبر پر لوگوں کی محبت حاصل کر سکی ہیں۔ ہونا بھی یہی چاہئے تھا۔ لیکن آج کل چونکہ زیادہ تر پڑھے لکھے ہندوستانیوں کو ان کے وچار پسند نہیں آتے ہیں، اس لئے لوگوں میں ان کی عزت کچھ کم ہو رہی ہے اور ان کے اس وچار پر کہ ہندوستانی کے استعمال سے کانگریس ایک صوبائی سبھا بن گئی ہے پبلک طور سے خیال ظاہر

کرتے ہوئے مجھے دکھ ہوتا ہے۔ میری حقیر رائے میں یہ ایک بڑی بھاری بھول ہے اور اس کی طرف سب کا دھیان کھینچنا میرا فرض ہو جاتا ہے سنہ ۱۹۱۵ء سے میں ایک کے سوا کانگریس کی سبھی بیٹھکیوں میں شامل ہوا ہوں اس کے کاربار کو انگریزی کے بدلے ہندوستانی میں چلانے کے فائدوں کا خیال کر کے میں نے خاص طور سے اس زبان کو استعمال کیا ہے۔ میں نے سیکڑوں ڈیلی گیٹوں اور ہزاروں ملنے جلنے والوں سے اس کی چرچا کی ہے۔ لوک مانیتھ تلک اور شریتمی یسنٹ اور سب ہی کام کرنے والوں کے مقابلے میں۔ میں شاید سارے دیش میں زیادہ گھوما پھرا ہوں اور پڑھے لکھوں اور ان پڑھوں کو ملا کر سب سے زیادہ لوگوں سے ملا ہوں اور میں سوچ سمجھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ دیش کا کاروبار چلانے کے لئے یا سوچنے سمجھنے کے لئے ہندوستانی کو (یعنی اردو اور ہندی کے ملاپ سے پیدا ہونے والی بھاشا) چھوڑ کر دوسری کوئی بھاشا شاید ہی راشٹری بھاشا بن سکے۔ ساتھ ہی اب تک کے تجربے کی بناء پر میری یہ پکی رائے بنی ہے کہ پچھلے دو سالوں کو چھوڑ کر باقی سب سالوں میں کانگریس کا قریب قریب سارا ہی کام انگریزی میں چلانے سے راشٹر کو بہت نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی کہتا چاہتا ہوں کہ ایک مدرسہ صوبہ کو چھوڑ کر باقی سب جگہ

راشٹری کانگریس کے دیکھنے والوں اور ڈیلی گیٹوں کی
 بڑی تعداد انگریزی کے مقابلے میں ہندوستانی کو ہمیشہ ہی
 زیادہ سمجھ سکی ہے۔ اس کا ایک حیران کن نتیجہ یہ
 ہوا ہے کہ ان تمام برسوں کے لمبے وقت میں کانگریس
 دکھانے بھر کو راشٹری رہی ہے۔ لوگوں کی تعلیم کی
 سچی کسوٹی پر آسے کہیں، اس کی قیمت لگائیں تو
 کہنا پڑیگا کہ وہ کبھی راشٹری نہیں تھی۔ دنیا کا دوسرا
 کوئی دیش ہوتا تو اس طرح کی جماعت جس کے لئے ہر سال
 لوگوں کا پیار بڑھتا رہا ہے اپنی زندگی کے ۳۳ سالوں
 میں عام لوگوں کے سامنے ان کی اپنی بھاشا میں طرح طرح
 کے سوالوں کی چرچا کر کے انہیں حل کرتی اور اس طرح
 لوگوں کو راج نیتی کی تعلیم دیتی۔ اس لئے کانگریس کی پیچیدگی
 بیٹھک میں دوسری کمیاب چاہے جو رہی ہوں، پھر بھی
 اس میں شک نہیں کہ وہ اس سے پہلے کی بیٹھکوں کے مقابلے
 زیادہ راشٹری تھی اور وہ اس وجہ سے کہ زیادہ تر دیکھنے
 آنے والے اور ڈیلی گیٹ اس کے کام کاج کو سمجھ سکے تھے۔
 اگر سننے والے شریعتی بیسٹ کی تقریر سننا نہ چاہتے تھے
 یا وہ آکٹا گئے تھے تو اس لئے ہمیں آکٹائے تھے کہ انہیں
 ان کی بات سننی پسند نہ تھی یا یہ کہ ان کے دل میں
 شریعتی بیسٹ کی عزت نہ تھی بلکہ وجہ اس کی یہ تھی کہ
 بھاشن کے بہت قیمتی اور دلچسپ ہوتے ہوئے بھی وہ

اُسے سمجھ نہیں پاتے تھے اور جیسے جیسے راشٹری خیال جاگیا اور تعلیم کی بھوک کھلیگی اور کھلی بھی چاہئے، ویسے ویسے انگریزی میں بولنے والوں کے لئے اپنے عام سننے والوں کا منظور نظر بننا زیادہ سے زیادہ کٹھن ہوتا جائیگا، خواہ بولنے والا کتنا ہی بااثر اور لوگوں کا پیارا کیوں نہ ہو۔ اس لئے میں مدارس صوبہ کی جتنا سے پرارتہتا کرتا ہوں کہ وہ اس بات کو سمجھ لے کہ لوگ سیوا کا کام کرنے والوں کے لئے ہندوستانی سیکھنا ضروری ہے۔ مدراس کے سوا دوسرے سب ہی صوبوں کے سننے والے بنا دقت کے کم و بیش ہندوستانی سمجھ سکتے ہیں۔ دیانند سرسوتی آتر ہندوستان کے باہر کی جتنا کو بھی اپنے ہندوستانی بھاشنوں کے بس میں کر لیتے تھے اور عام لوگ بھی بنا کسی دقت کے اُن کی بات کو سمجھ سکتے تھے۔ کانگریس کا سارا کام انگریزی میں چلتا رہا، اس سے سچ مچ راشٹر کو بہت نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ساڑھے اکتیس کڑور کی آبادی میں صرف تین کڑور ۸۰ لاکھ سے کچھ اوپر مدراسی لوگ ہندوستانی بولنے والوں کی بات کو سمجھ نہیں سکتے۔ میں نے اس میں مسلمانوں کی گنتی نہیں کی ہے کیونکہ سب ہی جانتے ہیں کہ مدراس علاقہ کے زیادہ تر مسلمان ہندوستانی سمجھتے ہیں۔ تو پھر سوال یہ رہتا ہے کہ اس علاقہ کے ۳۸۰ لاکھ لوگوں کا دھرم کیا ہے؟ کیا اُن کے لئے ہندوستان انگریزی سیکھے یا پھر باقی

۲۷۷۰ لاکھ ہندوستانیوں کے لئے انہیں ہندوستانی سیکھنی چاہئے۔ سورگ باسی نیائے مورتی کرشن سوامی نے اپنی تیز عقل سے اس بات کو تاڑ لیا تھا اور منظور کیا تھا کہ دیش کے الگ الگ حصوں میں آپس کے کاروبار کے لئے ہندوستانی ہی ایک ذریعہ بن سکتی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آجکل کوئی بات اس اصول کے خلاف ہو۔ یہہ کبھی ہو نہیں سکتا کہ ہزاروں لوگ انگریزی بھاشا کو اپنا ذریعہ بنائیں اور اگر یہہ ممکن ہو تو بھی یہہ بات ماننے کے قابل نہیں۔ اس کی سیدھی سادی وجہ یہہ ہے کہ انگریزی کے ذریعہ چلنے والا اونچے درجے کا گیان عام لوگوں تک پہنچ نہیں سکتا، یہہ تو تب ہی ہو سکتا ہے جب اس گیان کا پیلاڑ اوپر کے درجے والوں میں بھی کسی دیشی بھاشا کے ذریعہ ہو۔ جیسے سر جگدیش چندریوس کی رچاؤں کو بنگلا سے گجراتی میں آتارنا، دھکسلے کے انگریزی گرتھوں کو گجراتی میں آتارنے کی نسبت آسان ہے۔ اور اس بات کا مطلب کیا کہ باقی ہندوستان کے لئے مدراسیوں کو ہندوستانی سیکھنی چاہئے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ مدراس کے جو لوگ سیوک ہندوستان کے بارکام کرنا چاہتے ہیں انہیں ہر روز ایک گھنٹے کے حساب سے اپنا ایک سال ہندوستانی سیکھنے میں صرف کرنا چاہئے۔ ایک سال ایسی کوشش کے بعد کئی ہزار مدراسی کم سے کم کانگریس کارروائی کا انچوڑ

تو سمجھنے لگیں گے - مدراس صوبے کے کئی حصوں میں ہندی پرچار سبھا کے دفتر قائم ہو چکے ہیں جہاں ہندوستانی سیکھنے کی خواہش رکھنے والوں کو بنا فیس کے ہندوستانی سکھائی جاتی ہے -

(” نیک انڈیا “ ۲۱ جنوری سنہ ۱۹۲۱ع)

سرکاری زبان

ایک خاص مہیاد کے اندر ہر صوبے کی عدالتوں اور اسمبلیوں کا کام کاج اسی صوبے کی بھاشا میں جاری ہو جانا چاہئے - اپیل کی آخری عدالت کی زبان ہندوستانی قرار دی جائے - لکھاوٹ چاہے دیوناگری ہو یا فارسی - مرکزی سرکاری اور بڑی اسمبلیوں کی بھاشا بھی ہندوستانی ہی ہو - انٹر راشنری راج بیوہار کی بھاشا انگریزی رہے - میچھے بھروسہ ہے کہ اگر آپ کو یہہ تجویز اپنے وچار کے مطابق نظر نہ آئی اور آپ نے یہہ خیال کیا کہ میں سوراج کی خواہش میں حد سے باہر چلا گیا ہوں تو بھی آپ چھوٹے ہی اسکی ہنسی نہ اڑانے لگیں گے - گو کہ آج ہمارے پاس ان چیزوں کے لینے یا پانے کی طاقت نہ ہو مگر سوال یہہ ہے کہ ہم انہیں حاصل بھی کرنا چاہتے ہیں یا نہیں - آئے پہلے ہم کم سے کم اپنی اس تمنا ہی کو بڑھائیں -

(” ہندی نو جیون “ ۲۶ دسمبر سنہ ۱۹۲۳ع)

کانگریس کا فیصلہ

”یہ کانگریس طے کرتی ہے (قانون کی ۳۳ ویں دفعہ کو اس طرح ٹھیک کیا جائے) کہ کانگریس کا، کانگریس کی شاخوں کا اور کاریہ کارنی سمیٹی کا کام کاج عام طور پر ہندوستانی میں چلایا جائیگا۔ جو بولنے والے ہندوستانی میں بول نہیں سکتے ان کے لئے یا جب ضرورت ہو تب انگریزی کا یا کسی صوبائی بھاشا کا استعمال کیا جا سکیگا۔ صوبائی کمیٹیوں کا کام عام طور پر ان ہی صوبوں کی بھاشاؤں میں کیا جائیگا۔ ہندوستانی کا استعمال بھی کیا جا سکتا ہے۔ (کانپور سنہ ۱۹۲۵ء)

ہندوستانی کے استعمال کے بارے میں جو ٹھراؤ پاس ہوا ہے وہ لوک رائے کو بہت آگے لے جانے والا ہے۔ ہمیں اب تک اپنا کام کاج زیادہ تر انگریزی میں کرنا پڑتا ہے۔ یہ بلاشک ڈیلی گیٹوں اور کانگریس کی بڑی کمیٹی کے زیادہ تر ممبروں پر ایک ظلم ہے۔ اس بارے میں کسی نہ کسی دن ہمیں آخری فیصلہ کرنا ہی ہوگا۔ جب ایسا ہوگا تب کچھ وقت کے لئے تھوڑی دقتیں پیدا ہونگی، تھوڑی بے چینی بھی رہیگی، لیکن راشٹر کی ترقی کے لئے یہ اچھا ہی ہوگا کہ جتنی جلدی ہو سکے ہم اپنا کام ہندوستانی میں کرنے لگیں۔

(نیگ انڈیا ۷ ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء)

جہاں تک ہوسکے کانگریس میں ہندی آردو کا بھی استعمال کیا جائے یہ ایک ٹھراؤ مانا جائیگا۔ اگر کانگریس کے سب ہی ممبر اس ٹھراؤ کو مان کر چلیں اور اس پر عمل کریں تو کانگریس کے کام میں غریبوں کی دلچسپی بڑھ جائے۔

(نوجیون - ۳ ستمبر سنہ ۱۹۲۶ع)

جلسوں کی دبہاشا

معلوم ہوتا ہے کہ سبھاؤں کے انتظام کرنے والوں کو بار بار اس بات کی یاد دلاتے رہنے کی ضرورت ہے کہ جتنا سے باتیں کرنے کی دبہاشا انگریزی نہیں بلکہ ہندی یا ہندوستانی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ سنہ ۱۹۲۹ع کے خلاف اس بار اس دورے میں مجھے جو ایڈریس ملے ہیں، وہ زیادہ تر تقریباً انگریزی میں ہی تھے۔ یہ بات زیادہ صاف جھربا میں دکھائی پڑنے لگی، جہاں کوئلے کی کھانوں کے مزدوروں کی طرف سے مجھے انگریزی میں مان پتر دینے کی کوشش کی گئی۔ اور وہ بھی ایک ایسی سبھا میں، جس میں ہزاروں آدمی تھے مگر ان میں سے شاید وہ آدمی بھی انگریزی نہ سمجھ سکتے ہوں۔ اگر وہ ایڈریس ہندی میں ہوتا تو بہت زیادہ لوگ اسے آسانی سے سمجھ سکتے۔ اس سبھا کے کام کرنے والے بنگالی تھے۔ اگر وہ ایڈریس میری خاطر انگریزی

میں لکھا کیا تھا۔ تو یہہ بالکل غیر ضروری تھا۔ ایڈریس
 بنگلہ میں لکھا جا سکتا تھا۔ اور آس کا ترجمہ ہندی میں
 یا انگریزی ہی تیار کرالیا جا سکتا تھا مگر آن مننے والوں
 پر انگریزی کا واز کرنا آن کا ایمان کرنا تھا۔ میں آمید
 کرتا ہوں کہ وہ دن آرھے ہیں جب کسی سبھا کی
 کارروائی ایسی کسی بھاشا میں ہوگی جسے سبھا کے
 زیادہ تر لوگ نہ جانتے ہوں تو 'وگ آس سبھا سے آٹھ
 کرچل دیں گے۔ جہریا کی سبھا کے سبھا پتی کی تعریف
 میں یہہ کہنا چاہئے کہ جیوں ہی میں نے اس طرف آن کو
 توجہ دلائی انہوں نے آسے سمجھ لیا اور بڑی شرافت
 سے آس ایڈریس کو بنا پڑھے ہی پڑھا ہوا مان لینے
 دیا۔ بہہ واقعہ سبھا کے سب ہی انتظام کرنے والوں کے
 لئے ایک چیتاونی بن جانی چاہئے۔ خاص کر آندھر دیش
 تامل ناڈ کرپلا اور کرناٹک والوں کے متعلق میں ان کی
 مشکلیں جانتا ہوں۔ مگر اب کوئی ۶ سال سے آنکے بیچ
 ہندی کا پرچار کرنے کے لئے ایک سنستھا کام کر رہی ہے۔
 آنکے ایڈریس اپنے اپنے صوبے کی بھاشاؤں میں ہونے
 چاہئیں اور میرے سمجھنے کے لئے آن کے ہندی ترجمے کرالینے
 چاہئیں۔ میں نے ڈراوردیش کے لئے ہمیشہ چھوٹ دی ہے
 اور جب کبھی انہوں نے چاہا ہے اپنا بھاشن انگریزی
 میں ہی کیا ہے۔ مگر میں یہہ سوچتا ہوں کہ اب وہ وقت
 آگیا ہے جب انہیں بڑی اور عام سبھاؤں کے لئے انگریزی
 کا آسرا چھوڑ دینا چاہئے۔ سیچ پوچھو تو ہندی سیکھنے

سے انکار کر کے ہمارے انگریزی دان نیتا ہی جتنا میں
 ہماری تیز رفتاری کے راستے میں روڑے اٹکا رہے
 ہیں۔ ہندی تو ڈراوڑ دیشوں میں بھی تین مہینے
 کے اندر اندر سیکھ لی جاسکتی ہے، اگر آسے
 روز ۳ گھنٹے کا وقت دیا جائے۔ اگر انہیں اس میں کوئی
 شک ہو تو وہ ایک بار 'ہندی ساہیتہ سمیان' الہ آباد کے نیچے
 چلنے والے مدراس کی ہندی پرچار سبھا کو آزما دیکھیں۔
 ہندستان کے ۲۰ کروڑ آدمی ہندی سمجھتے ہیں۔
 آس ہندی کو نہ سیکھنے کے لئے سستی اور شوق نہ ہونے
 کے علاوہ دوسرا کوئی بہانہ ہو نہیں سکتا۔

(ہندی نوجیون - ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۲۷ع)

ایک ہی لکھاوٹ

ایک لکھاوٹ ایک بھاشا کے پرچار کو بہت آسان
 کر دیگی۔ پر دونوں کام ایک حد تک ہی ساہتہ چل سکتے
 ہیں۔ ہندی یا ہندوستانی کے پرچار کا مطلب یہہ بالکل
 نہیں کہ وہ صوبائی بھاشاؤں کی جگہ حاصل کر لے۔ یہہ
 تو آن کی مدد کے لئے اور آنتر صوبائی کاموں کے لئے ہے۔
 جب تک ہندو مسلم نفرت قائم رہیگی تب تک آس کا روپ
 الگ الگ رہیگا۔ وہ کہیں تو فارسی لکھاوٹ میں
 لکھی جائیگی اور آس میں فارسی اور عربی شبدوں
 کی بہتات ہوگی، کہیں وہ دیوناگری لکھاوٹ میں لکھی

جائیگی اور تب آس میں سنسکرت شبدوں کی بہتات ہوگی۔ جب دونوں دل ایک ہو جائیں گے تب ایک ہی بہاشا کے ہمہ دونوں روپ بھی ایک ہو جائیں گے اور آس کے آس عام روپ میں سنسکرت، فارسی، عربی وغیرہ وہ سب ہی شبد ہوں گے، جو آس کی پوری ترقی کے لئے ضروری ہوں گے۔ لیکن الگ الگ صوبوں کی بہاشاؤں کا مطالعہ کرنے میں لوگوں کو مشکل نہ ہو آس کے لئے ضرور ہی ایک لکھاؤ کے پرچار کا ہمہ مقصد ہے کہ وہ دسری تمام لکھاؤوں کی جگہ حاصل کر لے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کا سب سے اچھا طریقہ ہمہ ہے کہ تمام سکولوں میں ہندؤں کے لئے دیوناگری کا پڑھا ضروری کر دیا جائے، جیسے کہ گجرات میں کیا جاتا ہے اور دوسرے الگ الگ بھارتی بہاشاؤں کا بہت اچھا لڑیچر دیوناگری میں چھاپنا شروع کر دیا جائے۔ کچھ حد تک ہمہ کوشش کی بھی گئی ہے۔ میں نے دیوناگری لکھاؤ میں چھپی گیتا نبلی دیکھی ہے۔ مگر ہمہ کوشش بہت بڑے پیمانے پر کی جانی چاہئے اور ایسی کتابوں کے چھاپنے کے لئے پرچار ہونا چاہئے۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے نزدیک لانے کے لئے تجویرین کرنا آج کل کے وقت کے رنگ ڈھنگ کے خلاف ہے تب بھی میں اس بات کو ان کالموں میں اور بھی کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں۔

ہندو اردو اور مسلمان ہندی سیکھیں۔
 ایسے پھر یہاں دھراے بنا نہیں رہ سکتا کہ اگر ہندو
 اپنے بھائیوں کے نزدیک آنا چاہتے ہیں تو انہیں اردو
 پڑھنی ہی چاہئے۔ اور ہندو بھائیوں کے نزدیک آنے کی
 خواہش رکھنے والے مسلمان کو بھی ہندی ضرور سیکھ
 لینی چاہئے۔ ہندو اور مسلمان کی سچی ایکتا میں جن
 کا وشواس ہے، وہ باہمی نفرت کے ان خوفناک نظاروں
 کو دیکھ کر پریشان نہ ہوں، اگر ان کا وشواس سچا
 ہے تو وہ جہاں جہاں ممکن ہوگا وہاں وہاں موقعہ
 ملنے پر ضرور ان کو رواداری، پریم اور ایک دوسرے
 کے لئے انسانیت کے کام کرنے پر ابھاریگا۔ اور دوسرے
 کی بھاشا سیکھنا تو اس راستے میں سب سے پہلی بات
 ہے۔ کیا ہندوؤں کے لئے یہہ اچھا نہیں کہ وہ بھگتی بھرے دل
 والے مسلمانوں کی لکھی ہوئی مستند کتابوں کو پڑھیں اور
 یہہ جانیں کہ وہ قرآن اور پیغمبر صاحب کے بارے میں کیا
 لکھتے ہیں۔ اسی طرح کیا مسلمانوں کے لئے بھی یہہ
 اچھا نہیں کہ بڑے بڑے ہندو بھگتوں کی لکھی دھارمک
 کتابوں کو پڑھکر وہ یہہ جان لیں کہ گیتا اور شری کرشن
 کے بارے میں ہندوؤں کا کیا خیال ہے۔ بجائے اس کے
 کہ دونوں گروہ ان تمام خراب باتوں کو جانیں جو ایک
 دوسرے کی دھارمک کتابوں اور ان کے بدلے جانے کے

بارے میں جاہلوں اور توڑ مڑور کر بات کہنے والوں
کی زبانی کہی جائیں۔

(نوجیون - ۲۱ جولائی سنہ ۱۹۲۷ء)

پاگل پن

سنسکرت سیکھنا ہر ایک ہندوستانی و دیار تھی کا
فرض ہے ہندوؤں کا تو ہے ہی مگر مسلمانوں کا بھی ہے۔
کیونکہ آخر آن کے باپ دادا بھی تو رام اور کرشن ہی
تھے جن کے پہچاننے کے لئے اونہیں سنسکرت جانی
چاہئے۔ لیکن مسلمانوں کے ساتھ تعلق رکھنے کے لئے آن کی
بہاشا سیکھنا ہندوؤں کا بھی فرض ہے۔ آج ہم ایک
دوسرے کی بہاشا سے بھاگتے بھرتے ہیں کیونکہ ہم پاگل
بن گئے ہیں۔ یہ ٹھیک سمجھتی کہ جو سنستہا آپس میں نفرت
کرنا اور ڈرنا سکھلاتی ہے وہ راشٹری نہیں ہے۔“

(گر وکل کانگری)

ہندوستانی گٹھن نہیں

.....ہندوستانی جاننے والوں کے مقابلے میں انگریزی
جاننے والے ہندوستانیوں کی گنتی کتنی کم ہے۔ انگریزی
جاننے سے تھوڑے ہی لوگوں کے ساتھ بات چیت
کرنے کے دروازے کھلتے ہیں۔ اس کے برخلاف ہندوستانی

سے کام چلاؤ واقفیت اپنے دیش کے بہت ہی زیادہ بھائی بہنوں کے ساتھ بات چیت کرنے کی طاقت دیتی ہے۔ میں آمید کرتا ہوں کہ اگلی کانگریس میں بنگال اور مدراس کے بھائی ہندستانی کی کام چلاؤ واقفیت حاصل کر کے جائیں گے۔ جس بھاشا کو جتنا کے زیادہ لوگ سمجھتے ہیں اگر ہماری سب سے بڑی سبھا آس بھاشا میں اپنا کام نہ چمے تو سچ میچ ہی وہ جتنا کے لئے سبق سیکھنے کی چیز نہیں بن سکتی۔ میں دراوڑ بھائیوں کی مشکل کو سمجھتا ہوں لیکن جنم بھومی کی طرف آن کے پریم اور اور لکن کے سامنے کوئی چیز کٹھن نہیں۔

(نیگ انڈیا - ۲ فروری سنہ ۱۹۲۹ء)

صرف ہندستانی راشٹر بھاشا ہوسکتی ہے

اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ نوجیون کو ہندی میں چھاپ کر نکالنا مشکل کام ہے تب بھی دوستوں کے کہنے پر اور ساتھیوں کے شوق سے مجبور ہو کر نوجیون کا ہندی ترجمہ نکالنے کی ہمت کرتا ہوں۔ اپنے وچاروں پر میرا یقین ہے اور میرا وشواس ہے کہ آن کے مان لینے سے جتنا کو فائدہ ہوگا۔ اس لئے آن کو ہندی میں ظاہر کرنے کی خواہش مجھے بہت زمانہ سے تھی۔ لیکن آج تک پر ماتما نے آسے پورا نہیں کیا تھا۔ ہندستانی کے سوا دوسری بھاشا راشٹر بھاشا نہیں ہوسکتی۔ اس میں کچھ

بہی شک نہیں تہ جس بہاشا کو کڑوروں ہندو مسلمان بول
سکتے ہیں وہی تمام بھارت ورش کی مانی ہوئی بہاشا
ہو سکتی ہے ۔

جب تک آس میں نوجیون نہ نکالا گیا تب تک مجھے
دکھ تھا ۔ ہندستانی بہاشا کے پریمی ہندی نوجیون
میں اونچی قسم کی ہندی کی آمید نہ رکھیں ۔ نوجیون
اور بنگ انڈیا کا ترجمہ ہی اس میں دنیا ممکن ہے ۔ مجھے
نہ تو اتنا وقت ہے کہ ہمیشہ ہندستانی میں لیکھ وغیرہ
لکھ کر دے سکرں اور نہ ہندوستانی لکھنے کی زیادہ
قابلیت مجھے میں ہے ۔

ہندستانی بہاشا کا پرچار اس حوصلے کا خاص مطلب
نہیں ہے ۔ ہندستانی بہاشا جاننے والے جب تک شانتی
کے اصول اچھی طرح سمجھ نہ لین گے تب تک کامیابی
ناممکن سی ہے ۔ اس لئے ہندی نوجیون کی ضرورت
تھی ۔ پر مانتا سے دعا ہے کہ جو لوگ صرف ہندستانی سمجھتے
ہیں انکی ہندی نوجیون مدد کرے ۔

(ہندی نوجیون - ۱۹ اگست سنہ ۱۹۳۹)

”ہندی ہندستانی“

میں نے ابھی ”ہندی ہندستانی“ شبد کا استعمال کیا ہے ۔
سنہ ۱۹۱۸ ع میں جب آپ نے مجھ کو عہدہ دیا تھا

تب بھی میں نے یہی کہا تھا کہ ہندی اس بھاشا کا نام ہے جسے ہندو اور مسلمان قدرتی طور پر بغیر کوشش کے بولتے ہیں، ہندوستانی اور اردو میں کوئی فرق نہیں ہے۔ دیوناگری لکھاؤ میں لکھی جانے پر وہ ہندی، اور عربی میں لکھی جانے پر اردو کہی جاتی ہے۔ جو لکھنے والا یا تقریر کرنے والا جن جن کر سنسکرت یا عربی فارسی کے شبدوں کا ہی استعمال کرتا ہے وہ دیش کا نقصان کرتا ہے۔ ہماری راشٹر بھاشا میں وہ سب طرح کے شبد آنے چاہیں جو جتنا میں کام آنے لگے ہیں۔ پہیلی ہوئی بھاشا میں یہہ طاقت رہتی ہی ہے اسی لئے تو وہ سب جگہ کام میں آتی ہے۔ انگریزی نے کیا نہیں لیا ہے، لاطینی اور یونانی سے کتنے ہی محاورے انگریزی میں لئے گئے ہیں۔ آج کل کی بھاشاؤں کو بھی وہ لوگ نہیں چھوڑے۔ اس بارے میں آن کی غیر طرفداری تعریف کے لائق ہے۔ ہندوستانی شبد انگریزی میں کافی آگئے ہیں، کچھہ افریقہ سے بھی لئے گئے ہیں۔ اسی میں آن کا فری ٹریڈ قائم ہے۔ پر میرے یہہ سب کہنے کا مطلب یہہ نہیں ہے کہ بغیر موقع کے ہی ہم دوسری بھاشاؤں کے شبد لیں جیسا کہ آج کل انگریزی

پڑھے لکھے نوجوان کیا کرتے ہیں۔ اس کام میں سوچ و چار کی نظر تو رکھنی ہی چاہئے۔ ہم کنگال نہیں ہیں پر کنجوس بھی نہیں بنتے۔ کرسی کو خوشی سے کرسی ہی کہیں گے، اس کے لئے 'پراڈھیہ پک'۔ 'پک' شبد کا استعمال نہیں کریں گے۔ اس موقع پر اپنے دکھ کی بھی کچھ کہانی کہہ دوں۔ ہندی بھاشا راشٹر بھاشا بنے یا نہ بنے میں اسے چھوڑ نہیں سکتا۔ تلسی داس کا پجاری ہونے کی وجہ سے ہندی پر میرا موہ رہیگا۔ لیکن ہندی بولنے والوں میں رویندر ناتھ کہاں ہیں، پرفلا چندر رائے کہاں ہیں، ایسے اور بھی نام میں بتا سکتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ میرے یا میرے جیسے ہزاروں کے چاہنے سے بھی ایسے آدمی تھوڑا ہی پیدا ہونے والے ہیں۔ لیکن جس بھاشا کو راشٹر بھاشا بنا ہے اس میں ایسے بڑے بڑے آدمیوں کے ہونے کی امید رکھی ہی جائیگی۔

(اندور۔ ۲۰ اپریل سنہ ۱۹۳۵ء)

ہندی یا ہندوستانی

اس پرچے میں دوسری جگہ پڑھنے والے ایک محترم دوست کا لکھا ہوا ایک بہت اشتیاق بھرا خط پڑھیں گے۔ یہ خط ناگپور میں جمع ہوئے آن ڈیلیگیٹوں کے سامنے پڑھا گیا تھا جنہوں نے وہاں بھارتی ساہتہ پر شد قائم

کی ہے۔ اسی طرح کا ایک خط ایک مسلمان دوست نے بھی بھیجا ہے اور اس کے ساتھ اسی مضمون پر لکھا ہوا ۲۷ اپریل کے بمبئی کرائیکل کالینڈرنگ آرٹیکل بھی بھیجا ہے۔ یہ خط اور لیکچر مختلف صوبوں کے لئے ایک ہی ہاشا کے بارے میں میرے وچاروں سے ماتے جلتے وچار بھی ظاہر کرتے ہیں۔ ہم بھی مجھے ڈر ہے کہ اس بارے میں میں نے جو طے کیا ہے اس میں شاید کچھ کیان رہ گئی ہیں۔ اس لئے انہیں سب کے سامنے رکھ دینا ضروری ہے۔ اگر انہیں کیان مان بھی لیا جائے تو وہ ایک ایسے ارادے پر مبنی ہیں جو میرے دوستوں سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ شروع ہی میں اس شک کو دور کر دینا چاہتا ہوں جو بعض مسلمانوں میں پیدا ہو گیا ہے۔ ساری فضا شک سے ہماری ہوئی ہے، ہر کسی کے کاموں اور باتوں کو شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جو لوگ پوری فرقہ وارانہ ایکٹا چاہتے ہیں اور شک کا کوئی موقعہ اپنی طرف سے پیدا ہونے دینا نہیں چاہتے ان کے لئے میری رائے میں سب سے اچھا راستہ یہ ہے کہ وہ وقتی جوش سے بچکر ایمانداری سے کام کرتے رہیں۔ کانفرنس کے سے کاموں میں تو جوش کا کوئی موقعہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کانفرنس کا مقصد ہندوستان کی تمام ہاشاؤں میں سے اچھی سے اچھی چیزوں کو

اکٹھا کر کے آن کو دیش کے زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لئے اس بہاشا کے ذریعہ آسانی سے حاصل ہونے والا بنا دینا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ سمجھ سکیں۔ بے شک اردو بہت سی بہاشاؤں میں سے ایک ہے جس میں ہیروں اور جواہروں کے ایسے خزانے بھرے ہوئے ہیں جو کوئی سارے دیش داسیوں کی عام جائداد ہونے چاہئیں۔ جو کوئی ہندستانی مسلمانوں کے دل کو یا بھارتی نظریے اسلام کی تعلیم کو جاننا چاہتا ہے وہ اردو کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ اگر یہہ کانفرنس موجودہ اردو ادب کے خزانہ کے تالے کھول کر اسے سب کے لئے نہیں بنا سکے گی تو وہ اپنے فرض اور مقصد کو پورا نہیں کر سکے گی۔ خط بھیجنے والے دوست نے ایک بھول کی ہے جسے میں دور کر دینا چاہتا ہوں۔ آن کے سامنے ٹنڈن جی کا وہ سارا کا سارا بہاشن نہیں تھا جو انہوں نے بنارس میں نہیں بلکہ آلہ آباد میں دیا تھا نہیں تو وہ یہہ سمجھنے کی بھاری بھول نہ کرتے کہ ٹنڈن جی نے ۲۲ کروڑ ہندی بولنے والوں کی جو بات کی تھی وہ آن کے بارے میں کہی تھی جو آج کل کی بناوٹی ہندی لکھتے ہیں۔ انہوں نے یہہ صاف طور پر کہہ دیا تھا کہ آن کا مطلب وندھیا کے آتر میں رہنے والے آن لوگوں سے تھا جن میں کڑوروں مسلمان بھی شامل ہیں جو اس بہاشا کو بولتے یا سمجھتے ہیں جس

کا جنم برج بہاشا سے ہوا ہے اور جس کا گرامری ڈھانچا
 اسی سے لیا گیا ہے۔ اویس کا ہندی نام بھی
 اپنا اصلی نہیں ہے، یہ نام وہ ہے جو مسلمان
 لکھنے والوں نے اتر میں رہنے والے لوگوں
 کو دیا تھا اور یہ ویسا ہی نام ہے جسے نام اُن کے
 ہندو نہائی اُن کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اُس کے بعد یہ
 دو ٹہنیاں ہو گئیں۔ دیوناگری میں لکھی جانی والی اتر کے
 ہندوؤں کی بہاشا کو ہندی اور فارسی یا عربی لکھاؤ
 میں لکھی جانے والی مسلمانوں کی بہاشا کو اردو کہا
 جانے لگا۔ یہ بیچ نہیں ہے کہ سارے دیش کے مسلمانوں
 کی عام زبان اردو ہے، مجھے معلوم ہے کہ علی بہائیوں کو
 اور مجھے مالا بار کے مولیوں کے ساتھ اردو میں
 بات کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ ہمیں ایک ملیالی ترجمان کو
 ساتھ لینا پڑا تھا۔ پوری بنگال کے مسلمانوں کے بیچ میں
 جانے پر بھی ہمیں ویسی ہی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا
 تھا۔ لنڈن جی اور راجندر بابو کے ہندی شبد استعمال
 کرنے کا ٹھیک وہی مطلب تھا جو میرے ان دوست کا
 ہے۔ ہندوستانی شبد کا استعمال کرنے سے اُن کا مطلب
 زیادہ صاف نہ ہو پاتا۔

کچھ لکھنے والوں کے بارے میں میرے
 دوست کی شکایت بالکل صحیح ہے جو

ایسی ہندی لکھتے ہیں جس کو اوتر بھارت کے بھی بہت ہی کم لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جانسن کی بہاشا کی طرح یہہ کوشش ضرور ہی ناکام ہونے والی ہے۔

خط پہنچنے والے سچن بوجھہ سکتے ہیں کہ ہندی یا ہندستانی کی ضد چھوڑ کر سیدھا سادہ ہندستانی نام کیوں نہیں کام میں لایا جاتا۔ میرے پاس اس کے لئے سیدھی سادی ایک ہی دلیل ہے۔ وہ یہہ ہے کہ مجھے جیسے آدمی کے لئے ۲۵ برس کی پرانی سیہا سے اپنا نام بدلنے کے لئے کہنا گستاخی ہوگی خاص کر جب کہ اس کا نام بدلنے کی ایسی کوئی ضرورت بھی ثابت نہیں کی گئی ہے۔ نئی پریشد پرانی سنستھا کی ہی پیداوار ہے اور وہ آتر بھارت میں رہنے والے اور ایک ہی مادری زبان بولنے والے ہندو مسلمان دونوں کی ضروریات پوری کرنا چاہتی ہے۔ اس کے لئے بہاشا کے نام کی اتنی اہمیت نہیں ہے، اس کو خواہ ہندی کہا جائے یا ہندستانی۔ مجھے دونوں ہی شبندوں سے ایک سا اطمینان ہے۔ ہندی شبند کا استعمال کرنے والوں سے مجھے کچھ جھگڑا نہیں ہے شرطیکہ ان کی بہاشا بھی وہی ہو جو میری ہے۔ اکہیل بھارتی لفظوں میں جو بھاؤ ہے اس پر کئے گئے اعتراض کو میں نہیں سمجھ سکا ہوں۔ سارے دیش کے ہندو اس کو ضرور

ہی سمجھتے ہیں اور میں یہہ کہنے کا خواصہ بھی کر سکتا
 ہوں کہ آتر میں رہنے والے زیادہ تر مسلمان بھی آسے
 سمجھ لیں گے۔ ابھی ہمارے زمانے کی بھارت کی تہذیب
 کو ڈھانچے میں ڈھالا جا رہا ہے۔ ہم میں سے بہترے
 اس جتن میں لگے ہوئے ہیں کہ آن سب تہذیبوں کو
 ایک میں ملا لیا جائے جو اس وقت آپس میں ٹکرا
 رہی ہیں۔ الٹ رہنے کی کوشش کرنے والی کوئی بھی
 تہذیب زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس وقت بھارت میں
 ایسی کوئی تہذیب باقی نہیں بچی ہے جسے بالکل پوتر
 آریہ تہذیب کہا جاسکے۔ آریہ لوک بیان کے آدم نواسی
 تھے یا ودیشی حملہ آور تھے اس بحث سے کوئی خاص
 مطلب نہیں نکلتا۔ میرا مطلب اتنا ہی بتانا ہے کہ میرے پت
 سے پرانے بزرگ پوری آزادی کے ساتھ ایک دوسرے سے
 ملتے تھے اور ہم آسے ملاوٹ کے پھل ہیں۔ یہہ تو
 آگے آنے والے دن ہی بنا سہینگے کہ اس سبھا کو جنم
 دیکر ہم اپنے دیش کی دنیا کی کچھ بھلائی کر رہے
 ہیں یا صرف اس کے لئے مصیبت بن رہے ہیں۔ لیکن
 مجھ کو تو اتنا بھروسہ ہے کہ نئی پر شد اور ہندی سہایتہ
 سمیلن دونوں ہی بھارت کی سبب بھاشاؤں کی تمام
 اچھائی کو ایک ساتھ ملانے کا سندھ کام کر سکتے ہیں۔
 اگر وہ آسے نہیں کریں گے تو تباہ ہو جائیں گے۔ پر ملانے

کا یہہ مطلب ہر گر نہیں ہے کہ ہم ان بھاشاؤں کو ایک دوسرے سے اس طرح الگ کر دیں کہ ان میں سے ہر ایک میں الگ الگ آریہ پن، عربی پن یا انگریزی پن کی زیادہ ہو آئے۔

اس بحث کو میں اس ہفتہ بڑھانا نہیں چاہتا۔ کچھ اور بھی سوچنے کے لائق ضروری باتیں ہیں۔ آمید ہے کہ مہینہ اگلے ہفتہ ان پر وچار کر سکو نگا۔

(ہریجن سیولک۔ ۱۶ مئی سنہ ۱۹۳۶ء۔)

ہندی شبد

پچھلے پرچے کے 'ہندی یا ہندستانی مضمون' میں یہہ تو میں بتلا ہی چکا ہوں کہ کس طرح اور کیوں میں 'ہندی' اور 'ہندستانی' شبدوں کو ایک ہی معنی میں سمجھتا ہوں اور کیوں 'ہندی' شبد کا استعمال جاری رکھنا ضروری ہے۔ پچھلے پرچے میں جو خط چھپا ہے اس میں 'ہندی' شبد کے استعمال پر یہہ اعتراض کیا گیا ہے اگلے زمانے میں مسلمان ہندی سیکھتے تھے اور اسے ایک ادبی زبان کی حیثیت دینے میں انہوں نے اپنے ہندو بھائیوں سے زیادہ نہیں تو اتنی ہی کوشش کی ہے۔ لیکن ادبی حیثیت کے علاوہ ہندی کی ایک مذہبی اور تہذیبی حیثیت ہے جسے مسلمانوں کی پوری جماعت اپنا نہیں سکتی۔ اس کے علاوہ اب وہ بہت سے الفاظ اپنے اندر شامل کر رہی ہے

جو بالکل اسی کے ہیں اور وہ لوگ جو صرف اردو جانتے ہیں انہیں عام طور پر سمجھ نہیں سکتے۔ اگر اگلے زمانے کے مسلمانوں نے ہندی کو سیکھا اور اسے ادبی زبان کی حیثیت دی تو موجودہ زمانے کے مسلمان کیوں اس سے کنارہ کریں۔ بیشک اس زمانے کی ہندی میں آج کی ہندی سے کہیں زیادہ مذہبی اور تہذیبی حیثیت تھی۔ تو کیا کسی بہاشا کی مذہبی اور تہذیبی حیثیت کی وجہ سے ہی اس بہاشا سے ہمیں دور رہنا چاہئے؟ کیا میں عربی اور فارسی سے اسی لئے بچوں کہ ان زبانوں کی مذہبی اور تہذیبی حیثیت ہے۔ بلاشک اگر ہمیں سکے بھائیوں کی طرح، جو کہ ہم ہیں، مل جل کر یہاں رہنا ہے تو ہم ایک دوسرے کی تہذیب یا کلچر سے کیوں کٹائیں۔ اور خود بہاشا کے خلاف بغاوت کمڑی کر کے سنسکرت شبدوں کے استعمال پر کیوں جھگڑا کریں۔ سیدھے سادے چالو شبدوں کی جگہ سنسکرت شبد رکھنے یا شبدوں کو سنسکرت کا روپ دینے کا بناوٹی طریقہ یہ شک برا ہے۔ اس سے تو بہاشا کی سمجھ مٹاس ہی چلی جاتی ہے۔ مگر ریشٹر کی ترقی کے ساتھ ساتھ اگر سنسکرت جاننے والے ہندو سنسکرت شبدوں کا ایک حد تک استعمال کرتے ہیں تو ان کا ایسا کرنا ضروری ہے۔ صرف عربی جاننے والے مسلمان بھی یہی

کہتے ہیں، حالانکہ دونوں لکھتے ایک ہی زبان ہیں۔ اور
 اس میں آنکے لئے کوئی خاص پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی بات
 نہیں ہے۔ پڑھے لکھے ہندو اور مسلمانوں کو ہاشا کے
 دونوں ہی روپوں سے واقفیت حاصل کرنی پڑیگی۔ کیا
 انگریزی وغیرہ سب ہی ترقی یافتہ ہاشاؤں کے بارے میں
 یہ بات سچ نہیں ہے۔ مشکل تو ہمارے لئے یہ ہے کہ
 آج ہمارے دل ایک نہیں ہیں اور ہم میں سے اچھے سے اچھے
 لوگوں پر بھی ایسی شک کے زہر نے اثر کر رکھا ہے۔
 ہندی ہندستانی اور اردو ایک ہی ہاشا کے مختلف نام ہیں۔
 ہمارا مطلب آج ایک نئی ہاشا بنانے کا نہیں ہے بلکہ
 جس ہاشا کو ہندی، ہندستانی اور اردو کہتے ہیں اسے
 آتر صوبائی ہاشا بنانا ہمارا مقصد ہے۔ میں مانتا
 ہوں کہ شری کنہیا لال منشی نے ہنس کی ہاشا کی
 تائید میں جو کہا ہے وہ صحیح ہے؛ تاہم یا تیلگو کی کسی
 چیز کا ترجمہ آپ ہندی یا ہندستانی میں کریں، اور اس
 میں سنسکرت شبہ نہ آئیں یہ نہیں ہو سکتا۔ آن کا
 آنا قریب قریب لازمی ہے۔ کیونکہ آن میں سنسکرت
 شبہ بہت زیادہ ہیں۔ یہی حال عربی لفظوں کا ہے۔
 عربی کی کسی چیز کا ترجمہ اگر ہم ہندی یا ہندستانی
 میں کرنے بیٹھیں تو اس میں عربی شبہوں کو آنے سے
 ہم روک نہیں سکتے۔ رویندر ناتھ کی گیتا نجلی کے ہندی
 یا ہندوستانی ترجمہ میں اگر سنسکرت شبہوں کو جنکی

بنگالی، بھاشا میں بہر مار ہے اراداً بچایا جائے تو اس
 میں جو خوبصورتی یا مٹھاس ہے وہ بہت کم ہو جائیگی۔
 اگر مولوی عبدالحق صاحب یا عاقل صاحب جیسے ادبی
 مسلمان چاہتے ہیں کہ عام زبان کو صرف ہندوؤں کے
 ذریعہ بولی بھاشا کی شکل اختیار کرنے سے بچانا ضروری ہے
 تو انہیں اس میں خاص مدد دینی ہوگی۔ اگر میں ہٹا
 سکوں تو میں ان کے دماغوں سے اردو روپ کو خالص
 مسلمانوں کی زبان ماننے کا خیال ہٹا دوں جس طرح کہ
 میں ادبی ہندوؤں کا یہ خیال دور کر دوں کہ ہندی تو
 صرف ہندوؤں ہی کی بھاشا ہے۔ اگر دونوں کے ہولوں
 سے یہ خیال جدا نہیں ہوتا تو اتنا بھارت کے ہندوؤں
 اور مسلمانوں کی کوئی عام زبان نہیں بن سکتی۔ پھر اُسے
 آپ چاہے کسی بھی نام سے پکاریں۔ اس لئے یہاں ہمیں
 کم سے کم نام کے اوپر جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ اگر
 پورے بچائی کے ساتھ آپ کا مطلب ایک زبان ہے تو
 آپ اسے چاہے جو نام دے سکتے ہیں۔ اب سوال لکھاویٹے
 کا رہتا ہے۔ مسلمان دیوناگری لکھاویٹے میں ہی لکھیں۔
 اس پر ہمیں آج و جا نہیں کرنا ہے۔ اس سوال پر زیادہ
 غور کی ضرورت نہیں کہ آیا اس بات پر زور دیا جائے
 کہ ہندوؤں کی آبادی کے اس پہلے ہوئے سیلاب کو
 عربی لکھاویٹے ضرور مان لینی چاہئے اس لئے ہندی یا

ہندوستانی کی میں نے یہہ تعریف کی ہے کہ جس بہاشا کو عام طور پر آرت بھارت کے ہندو اور مسلمان بولتے ہیں وہ بہاشا ہندی یا ہندوستانی ہے، چاہے وہ دیوناگری حروفوں میں لکھی جائے چاہے آردو خط میں۔ اس کی مخالفت بھی ہوئی ہے۔ تو بھی میں اپنی اس بات پر قائم ہوں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ دیوناگری لکھاوٹ کا ایک آندولن چل رہا ہے جس کا ساتھ میں دل سے دے رہا ہوں اور وہ یہہ ہے کہ مختلف صوبوں میں خاصکر جن صوبوں میں سنسکرت شبدوں کا بہت زیادہ استعمال ہوتا ہے بولی جانے والی تمام بہاشاؤں کے لئے دیوناگری لکھاوٹ کو مان لیا جائے۔ سو کچھ بھی ہو۔ اس طرح ہندوستانی کی تمام بہاشاؤں کے اونچے سے اونچے قیمتی ادب کو دیوناگری لکھاوٹ میں لکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

(ہریجن سیوک - ۲۳ جون ۱۹۳۶ء)

غلط فہمیاں

میرے سامنے کئی آردو اخباروں کی کترنین پڑی ہیں جن میں حال میں بنی ہوئی اکھل بھارتی ساہتہ پرشید کی کارروائی پر اور ساتھ ہی بابو راجندر پرشاد، بابو برشوتم داس ٹنڈن، پنڈت جواہر لال نہرو پر اور مجھ پر بہت اعتراض کئے گئے ہیں۔ ہم پر یہہ الزام لگایا گیا ہے

کہ اس میں ہمارا کچھ چھپا ہوا مطلب ہے ۔ جس کا جہان تک مجھے معلوم ہے ہمیں پتہ تک نہیں ہے ۔ لکھنے والوں نے یہ سمجھنے کی تکلیف کو ادا نہیں کی کہ ہم نے پریشد میں کیا کہا اور کیا کیا تھا ۔ آن کا یہ خیال ہے کہ پریشد کا اندرونی منشا یہ ہے کہ اردو کو ہٹا کر آس کی گدی ہندی کو دے دی جائے اور آسے سنسکرت کے شہدوں سے اس قدر لاد دیا جائے کہ مسلمانوں کیلئے اسکا سمجھنا قریب قریب ناممکن ہو جائے ۔ بابو پرشوتم داس ٹنڈن نے الہ آباد میں ہندی سہایتہ سہیل کا میوزیم کھولنے جانے کے موقع پر جو تقریر کی تھی آس سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ آنکے اس دعویٰ میں کہ ۲۳ کروڑ ہندوستانی ہندی بولتے ہیں یا کم سے کم سمجھتے تو لیتے ہی ہیں ۔ چائی کا گلا گھونٹ دیا گیا ہے ۔ ان لیکھوں میں اتنا ہی نہیں کہا گیا کچھ اور بھی طعنے دئے گئے ہیں ۔ پر آنکی طرف مجھے دھیان دینے کی ضرورت نہیں ۔ میرا مطلب تو صرف یہ ہے کہ اگر ہو سکے تو آن غلط فہمیوں کو دور کر دوں جن کی وجہ سے ہم لوگوں پر طعنے کئے گئے ہیں ۔ پہلے آخری بات لے لوں ۔ ان لیکھوں کے پاس ٹنڈن جی کی پوری تقریر ہوتی تو انہیں یہ پتہ چل جاتا کہ ان ۲۳ کروڑ ہندوستانیوں میں انہوں نے جان بوجھ کر اردو بولنے والے ہندو اور مسلمانوں کو شامل کیا تھا ۔ اسی سے انہوں نے ہندی لفظ

کے استعمال میں اردو کو شامل کر لیا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں اندور کے سہیتہ سمیلن میں جو ریزولوشن پاس ہوا تھا۔ اس کے مطابق ہندی کا مطلب آس زبان سے تھا جسے آریہ ہندوستان میں ہندو اور مسلمان دونوں ہی بولتے ہیں اور جو دیوناگری یا فارسی لکھاؤ میں لکھی جاتی ہے۔ اگر لکھنے والوں کو یہ خلاصہ معلوم ہوتا تو انہیں کسی طرح کی شکایت نہ ہوتی۔ ہاں اگر ہندی لفظ پر ہی انہیں شکایت ہو تو بات دوسری ہے۔ اگر انہیں ہندی نام سے ہی چڑھو تو وہ دیکھ کی بات ہے۔ آریہ ہندوستان میں بولی جانے والی بھاشا کے لئے ہندی ہی اصلی شبد ہے۔ اردو نام تو جیسا کہ سب اچھی طرح جانتے ہیں خاص طور سے اور خاص مطلب سے دکھایا گیا تھا۔ عربی لکھاؤ بھی مسلمان راجاؤں کے آرام کیلئے رکھی گئی تھی۔ جب تک ہندی شبد دونوں زبانوں کیلئے کام میں آتا ہے اسکا استعمال کرنے میں کوئی مخالفت نہیں ہونی چاہئے۔ خیر جو کچھ بھی ہو، زیادہ سے زیادہ جس وچار میں فرق ہے وہ یہی رہ جاتا ہے کہ ایک ہی چیز کیلئے دو شبدوں میں سے کون سا شبد کام میں لایا جائے۔ ہندی کو سنسکرت شبدوں سے لادینے کی شکایت میں کچھ سچائی تو ہے۔ ہندی کے کچھ لکھنے والے اپنی تحریروں میں بے مطلب سنسکرت شبد ٹھونسنے کی ضد کرتے ہیں۔ بر اس طرح کی شکایت آن اردو لکھنے والوں کے خلاف

بھی کی جاسکتی ہے جو فارسی یا عربی شبدوں کے استعمال پر بضول کا زور دیتے ہیں۔ اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ وہ بھاشا کی گرامر بدل دیتے ہیں۔ یہ دونوں طرح کی زیادتیاں کچھ ہی وقت میں غائب ہو جائیں گی کیونکہ عام لوگ ایسی بھاشا کو کبھی اپنا نہیں سکتے اسلئے اسکی عمر لمبی نہیں ہو سکتی۔ رہی بھارتی پریشد، سو اسکی منشا تو الگ الگ صوبوں کے اچھے اچھے وچاروں کو پنجنہ ہندی بھاشا کے ذریعہ سارے بھارت کے لئے آسان بنانا ہے۔ اس میں جیسا کہ کچھ تحریروں میں طعنہ دیا گیا ہے ہماری کوئی چھپی ہوئی منشا یا فرقہ وارانہ بات نہیں ہے۔ ہندی ہندوستانی شبد تو میرے کہنے سے اپنایا گیا تھا۔ یہ شبد تو ہندی کی صحیح تعریف کیلئے رکھا گیا تھا۔ مولوی عبدالحق صاحب نے ہندی ہندوستانی کی جگہ صرف ہندوستانی یا ہندی آزدو کے استعمال کا ریزولوشن رکھا تھا۔ منجھے تو ان دونوں میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن بھارتی ساہیتہ پریشد اپنے جنم کو بھول نہیں سکتی تھی۔ پریشد کا وچار تو اندوز کے ساہیتہ سمیلن میں آٹھا تھا اور ناگ پور میں سمیلن کی نگرانی ہی میں اس نے ایک پختہ شکل اختیار کی۔ اسلئے ہندی شبد کا رکھنا ضروری ہو گیا۔ اس کی جگہ آردو شبد کے رکھنے میں جو برائی ہوتی اس کی وجہ زمین بتلا ہی چکا ہوں۔ لیکن میں یہ دکھلانے کی کوشش

کر چکا ہوں کہ ہندی ہندوستانی اور اردو ایک ہی معنی ظاہر کرنے والے مختلف شبہ ہیں اور ان سے ایک ہی بہاشا یا زبان کا مطلب نکلتا ہے۔

(سرچین سیوک - یکم اگست سنہ ۱۹۳۶ء)

کچھ اور غلط فہمیاں

ستیہ کا تلاش کرنے والا صرف کسی کو خوش کرنے کے لئے ہی لکھتا یا بولتا پسند نہیں کرتا - جن جن باتوں سے مجھے واسط پڑا ہے ان سب ہی میں ستیہ کی تلاش کرتے ہوئے مجھے کافی لمبا عرصہ ہو گیا ہے - مگر میں جانتا ہوں کہ وقت وقت پیدا ہو جانے والے معاملوں میں میں سبکو یہ سمجھا نہیں سکا ہوں کہ میں جو کہتا ہوں یا کرتا ہوں وہی صحیح ہے - ہندی پر چار ہی کو لیجئے - اس بارے میں جہاں کچھ مسلمان دوست مجھ سے ناخوش ہیں وہاں ہندو دوست بھی کم ناخوش نہیں - پر جب تک میرے نکتہ چیر مجھے میری بھول کا وشواس نہ کرا دیں تب تک انہیں یہ امید نہیں رکھنی چاہئے کہ صرف اس لئے اپنی رائے بدل دوں گا کہ وہ ایسا چاہتے ہیں - ایک سچ نے تو مجھے سچ سچ یہ لکھا کہ اگرچہ بحث اور دلیل کی نظر سے میری بات صحیح ہے تو پھر بھی مجھے مسلمان نکتہ چینوں کو خوش کرنے کے لئے اپنی رائے بدل لینی چاہئے - یہ نکتہ چین چاہتے ہیں کہ ایک ہی بہاشا کی واقفیت کرانے کیلئے

یا تو میں ہندی آردو شہد کے استعمال کی تائید کروں یا صرف آردو کی۔ ان کا اعتراض بہاشا پر نہیں ہے بلکہ نام پر ہے۔ اور نام بھی وہ جواب تک چلا آ رہا ہے۔ مجھے ایک اور خطر ملا ہے اس میں جھگڑا دوسرے نقطہ نظر سے ہے اور وہ ہے اس بہاشن کے معاملہ میں جو میں نے حال ہی بنگلور میں ہندی پرچار کنووکیشن میں دیا تھا۔ خط لکھا ہے۔ میں یہاں آن ہی شکروں کو دیتا ہوں جنکا مضمون سے زیادہ سے زیادہ تعلق ہے۔ اس خط میں لکھا ہے کہ بنگلور میں دئے ہوئے کنووکیشن کے بہاشن میں آپ نے کہا ہے کہ بھارت کے ۲ کڑوڑ آدمیوں سے تعلق پیدا کرنے کیلئے کرناٹک کے ۱ کڑوڑ ۱۰ لاکھ برناریوں کو انکی بہاشا ہندی سیکھنی چاہئے۔ یہ بات آپ نے انہیں کیلئے نہیں کہی جو ماتری بہاشا اچھی طرح جانتے ہیں۔ تو بھی نہ تو یہ ممکن ہے اور ممکن بھی ہو تو اچھا نہیں ہے اور نہ قدرتی ہی ہے کہ عام اجنبی ماتری بہاشا کے سوا دوسری ایک اور بہاشا سیکھے۔ راشٹری کام کرنے والے بیوپاری اور دوسرے لوگ جو اتر بھارت واسیوں کے نزدیک میں آتے ہیں وہ ہی ہندی سیکھ سکتے ہیں اور انہیں کو سیکھنی چاہئے۔ وہ تو بنا کسی پرچار کے بھی ضرورت کی وجہ سے ہی یہ بہاشا سیکھ لیں گے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہندی صوبائی بہاشاؤں کی جگہ پر نہیں بلکہ ان کے ساتھ ساتھ سیکھی جائے۔ پر ایسا ہو نہیں رہا ہے

تامل ناڈ کے زیادہ تر پڑھے لکھے لوگ تامل کی بجائے انگریزی میں سوچتے ہیں اور محسوس بھی کرتے ہیں۔ وہ تامل کی پوری مخالفت کرتے ہیں، وہ انگریزی تہذیب کے کس حد تک غلام ہو چکے ہیں یہ ہم اسی سے سمجھ سکتے ہیں کہ عام جاسوں اور دوسری جگہوں میں بھی وہ اکڑ کے ساتھ اونچی آواز سے کہتے ہیں کہ وہ تامل میں نہ تو بول سکتے ہیں اور نہ لکھ سکتے ہیں پر انگریزی میں وہ یہ دونوں کام ڈھڑے سے کر سکتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ارگ ہندی کا مطالعہ بھی تامل کی بجائے انگریزی کی مدد سے کرنے لگے ہیں۔ نتیجہ ایک ہی ہوگا کہ انگریزی کے بجائے وہ ہندی میں سوچنے لگیں گے۔ اگر کوئی گجراتی بھائی آپ سے کہے کہ وہ تامل میں تو نہیں پر ہندی میں سندھ مضمون لکھ سکتا ہے تو آپکو اس پر افسوس ہی ہوگا۔ آپکو معلوم ہوگا کہ دیش ابھی مکمل آزادی سے دور ہے۔ تامل ناڈ میں بہترے لوگ کہنے لگے ہیں کہ وہ تامل سے ہندی اچھی جانتے ہیں دوسری بھاشا دیووانی بھی ہے۔ تو بھی اپنی ماتری بھاشا کو نقصان پہونچا کر ہمیں اسے نہیں سیکھنا چاہئے آنکھیں بند کر کے ہندی کے ماننے والوں کو اس معاملہ میں میں ایک ہی مثال دیا کرتا تھا۔ آپ کہتے تو ہیں کہ ہندی بھارت کی راشٹر بھاشا ہے پر نہ تو اپنی آتم کتھا ہی آپ نے ہندی میں لکھی ہے اور نہ دیکھنی افریقہ کا معاملہ۔ دونوں کے

متعلق آپ نے گجراتی میں لکھا ہے - اگر آپ ہندی میں لکھتے تو بہت زیادہ لوگوں کو آپکی بات آپ کے ہی شہدوں میں جاننے کو ملتی - پر آپ نے دونوں کو ہی گجراتی میں لکھنا پسند کیا حالانکہ اس معاملے میں آپکا قول اور عمل مختلف ہے - تو بھی میں آپکی مثال کو ہی ٹھیک سمجھتا ہوں - اور چاہتا ہوں کہ لوگ آپکو جو کہتے ہیں اسے نہ مان کر آپ جو کرتے ہیں آپکی نقل کریں - آزادی کا مطالبہ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ الگ الگ بھاشا کے بولنے والوں پر ایک ہی بھاشا لاد دی جائے - پہلی جگہ ماتری بھاشا کو ہی مانتی چاہئے - بھارت کی راشٹر بھاشا ہندی کو دوسری جگہ ہی دینی چاہئے - سچی آکھاٹ اور ترقی تو ماتری بھاشا سے ہی مل سکتی اور ہوسکتی ہے - اب میں لکھاوٹ کا سوال لیتا ہوں - مئی ۱۹۳۵ء کے ہریجن میں اندور کے ہندی سہتہ سمیان کے رینرولیویشنوں پر لکھتے ہوئے آپ نے اردو لکھاوٹ کی طرفداری کی ہے - یہ میری سمجھ میں نہیں آیا - بنگلور کے بھاشن میں بھی آپ نے اردو لکھاوٹ کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا ہے - آپ تو سنسکرت سے نکلی ہوئی یا اس سے کافی اثر لئے ہوئے تمام بھارتی بھاشاؤں کی لکھاوٹوں کو برباد کر کے انکی جگہ دیو ناگری کو تخت پر بٹھا دینا چاہتے ہیں تاکہ جو لوگ وہ بھاشائیں سیکھنا چاہیں وہ اسی لکھاوٹ کے ذریعہ سیکھیں - ہندو

اور مسلمان دونوں جس ایک ہی بہاشا کو بولتے ہیں اسے
 کیلئے آپ دیوناگری اور اردو دونوں لکھاؤں میں قائم رکھنا چاہئے
 ہیں۔ اور دوسرے کڑوڑوں لوگ جو بدقسمتی سے جدا
 جدا بہاشائیں بولتے ہیں وہ اپنی لکھاؤں میں برابر ہو جائے دیں
 اور انکی جگہ دیوناگری کو دے دیں۔ اور ہندوستانی بہاشا
 اور اردو لکھاؤں میں یکساں کر کڑوڑوں ہندوؤں اور بے کڑوڑ
 مسلمانوں کو سمجھنے اور ان کے نزدیک آنے کی کوشش کریں۔
 کیا یہ ہنسی کی بات نہیں۔ اور کیا اس میں ظلم ہی ظلم
 نہیں ہے۔ اس نیتی کا صاف نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ
 اور ساری بہاشائیں مٹ جائیں۔ اور صرف ایک ہندی رہ
 جائے۔ وہ بھی دونوں لکھاؤں میں۔ کیونکہ سب بہاشاؤں
 کی لکھاؤں تو دیوناگری ہو ہی جائیگی۔ ہندی سب میں
 ہی لین کے اور ماتری بہاشاؤں کے اہم گرتھوں کا ہندی
 ترجمہ ہو ہی ہو جائے گا۔ میں چاہتا ہوں آپ ذرا سوچ کر
 دیکھئے کہ کیا یہ حالت ہم سب کی جڑ بھویں بھارت ویش کے
 لئے عزت کی ہوگی۔ سب لکھاؤں کو برابر کرنے کی کوشش
 رہنے سے پہلے دیوناگری اور اردو میں سے جو ایک ہی
 بہاشا کی دو لکھاؤں ہیں ایک کو اٹھانے کی کوشش آپ
 کیوں نہیں کرتے۔ ایک ہی بہاشا بولنے والے ہندو اور
 مسلمان اپنے لئے دو الگ الگ لکھاؤں کیوں رکھیں۔ میچھے
 معلوم نہیں کہ میں نے کرائٹ کے سب ہی یعنی لا کہہ

عورتوں اور مردوں سے ہندی - ہندوستانی سپہنے کی بات کہی تھی - جنہیں اتر بھارت کے لوگوں سے کہی گئی تھی واسطہ پڑتا ہے وہ سب ہی ہندی ہندوستانی سیکہ ہیں تو مجھے بہت خوشی ہوئی - لیکن اس کے خلاف ہندی نہ جاننے والے سب صوبوں کے سب لوگ بھی ہندی سیکہ ہیں تو میں اس کا سواکت ہی کرونگا - اور جیسا کہ یہ دوست چاہتے ہیں اس پر افسوس تو میں یقینی طور پر نہیں کرونگا - ہر ایک صوبہ اپنی اپنی ہاشا جان لینے کے ساتھ ساتھ ایک تمام بھارتی ہاشا اور سیکہ لئے تو اس میں بھارت ورش کے لئے بری یا غیر قدرتی بات کیا ہو جائے گی ؟ اس طرح کا گیان تھوڑے سے پڑھے لکھے لوگوں کا ہی خاص طور پر کیوں رہے اور عام جنتا اس سے خالی کیوں رہے - ۳۰ کڑوڑ سے زیادہ لوگوں کا ایک پورا راشٹر دو ہاشا بن جاتا ہو تو ضرور ہی وہ ایک اونچے درجے کی کلچر کا پیام ہوگا - بدقسمتی سے یہ بالکل صحیح ہے کہ ایسا ہونا غیر ممکن سا ہے مگر سب سے زیادہ بدقسمتی کی بات یہ ہوگی کہ کوئی صوبہ اپنی ہاشا کی مخالفت کر کے دوسری ہاشا کو زیادہ پسند کرے - لگ جائے - خط لکھنے والے کو شکایت یہ ہے کہ تامل ناڈ میں ایسا ہی ہو رہا ہے - اُن کی رائے کی تائید میرے تامل ناڈ کے بار بار کے سفر سے ہی ہوتی ہے - لیکن ادھر میں - دیکھا ہے کہ اس صوبہ

ہمیں اپنی تبدیلی بھی ہو رہی ہے اور جیسے جیسے ہر ایک
 صاحب کے بڑھے لکھے لوگ عوام کے ساتھ تعلق بڑھانے
 کی زیادہ سے زیادہ ضرورت محسوس کرینگے ویسے ویسے
 جہاں ممکن ہوگا دوسری ہاشاؤں پر صوبائی ہاشا کو ترجیح
 دینے کی عادت اور رفتار بھی بڑھتی جائے گی۔ ان ہی صاحب
 شے طبقے کے ساتھ راشٹر ہاشا ہونے کے بارے میں انگریزی
 اور ہندی ہندوستانی کی پرانی برابری کا ذکر کیا ہے۔ میں
 نے تو کبھی سے جام جیوں میں قدم رکھا ہے۔ سدا یہی پکی
 خواہش رکھی اور ظاہر کی ہے کہ انگریزی نہ کہی سارے
 ہندوستان کی ہاشا ہو سکتی ہے اور نہ ہونی چاہئے۔ ایسی
 ہاشا تو ہندی یعنی ہندوستانی ہی ہو سکتی ہے کیونکہ اگر
 بھارت کے سب کوڑوں ہندو اور مسلمان آسے بولتے ہیں۔
 انگریزی کے بارے میں ایسا سمجھنا علم آدمی اور انگریزی
 بڑھے لکھے لوگوں کے بیچ میں مضبوط دیوار کھڑی کرنا اور
 ایسے مطالب تک پہنچنے میں دیش کی ترقی کو بیچھے ڈھکنا
 ہے۔ میں نے بار بار یہ سمجھایا کہ ہماری ترقی میں انگریزی
 کی ایک مقرر جگہ ہے۔ ہمارے راجن کی اور ستاری
 ہمیں دنیا کی بات سمجھنے کیلئے اور پچھم کی اچلی سے اچلی
 باتیں ہندوستانی کو سیکھانے کیلئے ہمارے کچھ آدمیوں کو
 ہندو انگریزی سیکھانی چاہئے کیونکہ پچھم ہندوستانی
 یعنی کسب سے زیادہ پرچار ہے۔ پڑھ لکھے طبقے

کو آؤ پڑھ جھٹا کے ساتھ ایک ہونا ہے تو انگریزی سیکھنے والوں سے ہزار گنے ہندوستانیوں کو ہندی ہندوستانی سیکھنے پڑے کی۔ خط لکھنے والے جب یہ سوچتے ہیں کہ میں نے صوبائی، ہاشاؤں پر ہندی کو ترجیح دینے کی صلاح دینے کا جرم کیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ میری رائے سے بالکل ناواقف ہیں۔ اس بارے میں میرے کہنے اور کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ میں اس ریزولوشن کی دل سے تائید کرتا ہوں کہ ماری ہاشا کو پہلی جگہ دی جانی چاہئے ہاں لیٹی کے معاملے میں خط لکھنے والے کا شکوہ صحیح ہے۔ مجھے اپنی رائے پر پختہ ہوا بھی نہیں ہے۔ جو الگ الگ ہاشائیں ہندوستان سے نکلی ہیں یا جن کا اس کے ساتھ گہرا رشتہ رہا ہے پر جو جدا جدا لکھاؤں میں لکھی جاتی ہیں انہی ایک ہی لپی ہونی چاہئے اور وہ لکھاؤ دیوناگری ہی ہے۔ الگ الگ لکھاؤں ایک صوبہ کے لوگوں کیلئے دوسرے صوبوں کی ہاشائیں سیکھنے میں غیر ضروری رکاوٹ ہیں۔ یورپ کوئی ایک راشٹر نہیں ہے بھر بھی اس نے ایک سب کے پسند کی ہوئی لکھاؤ منظور کر لی ہے۔ ہندوستان ایک راشٹر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ہے تو پھر آسکی لکھاؤ ایک کیوں نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ ایک ہی ہاشا کیلئے دیوناگری اور آردو دونوں لکھاؤں کو استعمال کر لینے کی میری بات بری معلوم ہوتی ہے مگر میری یہ

(۴۰)

برقیات میری بیوقوفی نہیں ہے۔ اس وقت ہندو مسلمانوں میں جھگڑا ہے۔ بڑھے لکھے ہندوؤں اور مسلمانوں کیلئے ایک دوسرے کی طرف زیادہ سے زیادہ محبت اور رواداری دکھانا ضروری اور عقل مندی کا کام ہے۔ اس لئے میری یہ رائے ہے کہ لکھاوٹ چاہے دیونا کری رہے چاہے آردو۔ خوش قسمتی یہ ہے کہ صوبہ صوبہ کے بیچ ایسا کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اس لئے جس سدھار سے مختلف صوبوں سے صوبوں کا گھرا میل ہو سکتا ہے اسکی حمایت کرنا اچھا ہے۔ اور یہ بھی نہ بھول جانا چاہئے کہ راشٹر کی اکثریت آبادی بالکل ان بڑھے ہے اس پر طرح طرح کی لکھاوٹوں کا بوجھ لادنا اور وہ بھی محض جھوٹے موہ اور دماغی کاہلی کی وجہ سے اپنے پیروں پر کام اڑی مارنا ہوگا۔

(ہریجن - ۱۵ اگست سنہ ۱۹۴۰ء)

ہندوستانی یا اردو

میں نے اپنے من میں کہا، گجراتی میری مادری زبان ہے پر وہ راشٹری بھاشا نہیں ہو سکتی۔ دس میں تیوین حصے سے زیادہ آبادی گجراتی بھاشا بولنے والی نہیں۔ اس میں مجھے تلسی داس کی رامائن کہان مایگی۔ تو کیا مراٹھی راشٹری بھاشا ہو سکتی ہے۔ مراٹھی بھاشا سے مجھے پریم ہے، مراٹھی بولنے والے لوگوں میں میرے ساتھ کام کرنے

والے کچھ بڑے بکے اور سچے ساتھی ہیں۔ مہاراشٹر ادبی
 کی قابلیت، آتما بیدان کی آنکھیں شگفتگی اور لیاقت کا وہیں
 قائل ہوں۔ تو یہی جس مراٹھی بھاشا کو لوکانیہ تلم
 نے بے مثل طریقہ سے استعمال کیا اسے راشٹر بھاشا
 بنانے کی خواہش دہرے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔ جس
 وقت اس سوال پر میں اپنے دل میں دلیلیں کر رہا تھا
 میں آپکو بتاؤں کہ اس وقت مجھے ہندی بھاشا بولنے والوں
 کی ٹھیک ٹھیک گنتی بھی معلوم نہیں تھی۔ اس وقت بھی
 مجھے خود بہ خود یہ معلوم ہوا تھا کہ راشٹر بھاشا کی جگہ
 ایک ہندی ہی لے سکتی ہے دوسری کوئی زبان نہیں۔
 کیا میں نے بنگلہ کی تعریف نہیں کی۔ میں نے کی
 ہے اور رام موہن رائے، رام کرشن، ویکانند اور
 دینندر ناتھ ٹھاکر کی ماتری بھاشا ہونے کی وجہ سے میں
 نے اسے عزت کی نظر سے دیکھا ہے۔ پھر بھی مجھے ایسا
 معلوم ہوتا ہے کہ بنگلہ کو ہم اتنے صوبائی بیوہار کی بھاشا
 نہیں بنا سکتے تو کیا دکن بھارت کی کوئی بھاشا بن سکتی
 ہے۔ یہ بات نہیں کہ میں ان بھاشاؤں سے بالکل ہی اجنبان
 تھا۔ پر تامل یا دوسری کوئی دکن بھارتی بھاشا راشٹر بھاشا
 کیسے ہو سکتی ہے۔ تب ہندی زبان بعد کو
 جسے ہر ہندوستانی یا اردو بھی کہتے
 لگے ہیں اور جو دیوناگری اور اردو لکھاؤٹ

میں لکھی جاتی ہے وہی ہماری زبان ہو
سکتی ہے اور ہے ۔

(ہریجن سیوک ۳ اپریل ۱۹۳۷ء ع)

ہندوستانی کے بجائے ہندی

ہندوستانی کیوں

میری اس بات سے آپ ڈریں نہیں کہ ہندی سیکھنے والے ہر ایک آدمی کو اپنی مائری بھاشا کے علاوہ کوئی ایک موہائی بھاشا بھی سیکھنی چاہئے ۔ بھاشائیں سیکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے ۔ میسمولر ۱۱ بھاشائیں جانتا تھا اور میں ایک ایسی جرمن لڑکی کو جانتا ہوں جو ۷ سال پہلے جب یہاں آئی تھی تب ۱۱ بھاشائیں جانتی تھی اور اب دو تین بھارتی بھاشائیں بھی جانتی ہے ۔ لیکن آپ نے تو اپنے دل میں ایک ڈر سا بٹھالیا ہے اور کسی طرح یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ آپ ہندی میں اپنے خیال ظاہر نہیں کر سکیے ۔ یہ ہمارے خیال کی کاهلی ہے جسکی وجہ سے کانگرس و دھان میں ۱۱ برسوں سے ہندوستانی کو منظور کر لینے پر بھی ہم استغراب کوئی فرق نہیں کر پائے ہیں ۔ یعقوب حسین صاحب نے مجھ سے پوچھا ہے کہ میں اس بھاشا کیلئے سیدھے سادے ہندوستانی شہد پر صبر نہ کر کے ہندی ۔ ہندوستانی پر کیونکر اتنا

زور دیتا ہوں۔ اس کیلئے مجھے آپ کو سب باتوں کی تہہ میں
لے جانا ہوگا۔ سن ۱۹۱۸ میں، میں ہندی سہایتہ سمیلن کا
سبھا پتی ہوا تھا۔ تب ہی میں نے ہندی بولنے والے جگت
کو سمجھایا تھا کہ وہ ہندی کی اپنی پھیلاوٹ کو اتنا کھول دے
کہ آسمیں اردو کا بھی داخلہ ہو جائے۔ سن ۱۹۳۵ میں جب
میں دوبارہ سمیلن کا سبھا پتی بنا تو میں نے ہندی شبد کی
یہ تعریف کرائی کہ ہندی وہ بھاشا ہے جسے ہندو
مسلمان دونوں بول سکیں اور جو دیوناگری یا
اردو لکھاوٹ میں لکھی جائے۔ ایسا کرنے میں میرا مقصد یہ
تھا کہ میں ہندی میں مولانا شبلی کی اردو اور بابوشیام سندھ
داس کی ہندی کو شامل کر دوں۔ ہندی کی جگہ یہ ہندی۔
ہندوستانی نام میری ہی تجویز سے مان لیا گیا تھا۔ عبدالحق
صاحب نے وہاں زوروں سے میری مخالفت کی۔ میں آنکا سچھاؤ
ماظور نہ کر سکا۔ جو شبد ہندی سہایتہ سمیلن کا تھا اور جسکی
یہ تعریف کرنے کے لئے میں نے سمیلن والوں کو منالیا تھا
کہ آس میں اردو کو بھی شامل کر لیا جائے آس ہندی شبد
کو میں چھوڑ دیتا تو میں خود اپنے تئیں اور سمیلن کے ساتھ
بھی ہنسنا کرنے کا دوشی ہوتا۔ یہاں ہمیں یہ یاد
رکھنا چاہئے کہ یہ ہندی شبد ہندوؤں کا
گڑھا ہوا نہیں ہے۔ یہ تو اس ملک میں مسلمانوں
کے آنے کے بعد آس بھاشا کو بتلانے کے لئے بتایا گیا جیسے آہ

ہندوستان کے ہندو بولتے اور لکھتے پڑھتے تھے ہنٹ سے ناہی
 کراہی لکھتے والوں نے اپنی زبان کو ہندی یا ہندوی کہا ہے۔
 اور اب جب کہ ہندی کے اندر آن مختلف قسم و نگو شامل کر لیا
 گیا ہے جنہیں ہندو اور مسلمان دونوں بولتے اور لکھتے ہیں تب
 یہ محض شبدوں کا جھگڑا کیا۔ پھر ایک دہ سری بات بھی دھین
 میں رکھنی ہے۔ جہاں تک دکن بھارت کی بادشاؤں کا معاملہ
 ہے بہت زیادہ سنسکرت شبدوں سے بنی ہوئی ہندی ہی ایک
 ایسی بادشاہ ہے جو دکن کے لوگوں کو اپیل کر سکتی ہے کیونکہ
 کچھ سنسکرت شبدوں اور سنسکرت آواز سے تو وہ پہلے سے
 ہی واقف ہوتے ہیں۔ جب یہ دونوں ہندی اور ہندوستانی
 یا آردو گھل مل جائیں گی تب دراصل سارے ہندوستان
 کی ایک بادشاہ بن جائے گی اور صوبائی شبدوں کے داخل ہونے
 سے وہ روز بہ روز ترقی کرتی جائے گی۔ تب ہمارے
 لفظوں کا خزانہ انگریزی ڈکشنری سے بھی زیادہ بھر پور
 بن جائیگا۔ میں آشا کرتا ہوں کہ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے
 کہ ہندی۔ ہندوستانی کے لئے میری اتنی ضد کیوں ہے۔
 (ہریجن سیوک - یکم اپریل ۱۹۳۷ ع)

مسلمانوں کے خلاف نہیں

ہندی پریموں کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ ہندی سادھتہ
 جمیلان کا اگلا جلسہ شمالیہ میں ہوگا۔ شمعانے سے ایک نامہ نگار

نے لکھا ہے کہ وہاں کچھ ایسا شک ہے کہ سمیان ایک سیاسی جماعت ہے اور اس کے رجحانوں میں مسلم مخالفت کی بو آتی ہے میں دوبار کانفرنس کا سہا پتی ہو چکا ہوں اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے میں کہہ سکتا ہوں کہ شدہ غیر سیاسی سنتھا ہے۔ راجے مہاراجے اس کے نگران ہیں۔ کتنے ہی آدمی جنکا کانگریس سے کوئی واسطہ نہیں۔ سمیان کے ممبر ہیں۔ راجے مہاراجے اکثر اس کے جلسوں میں آتے ہیں۔ بڑودہ کے مہاراجہ گانیکوار اس کے سہا پتی رہ چکے ہیں۔ مجھے یہ اچھی طرح معلوم ہے کہ اسکی نیک بھی چال ڈھال مسلمانوں کے خلاف نہیں ہے اگر مجھے کوئی ایسا شک ہوتا۔ تو میں اسکا سہا پتی بننا منظور نہ کرتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ مسلم مخالفت کا مطلب یہی آردو مخالفت نہیں لیا گیا ہے۔ آردو مخالفت اور مسلم مخالفت ان شبدوں کا استعمال بہت سے لوگ ایک ہی مضمون کی شکل میں کرتے ہیں۔ پر یہ تو ایک وہم ہے۔ پنجاب دہلی اور کشمیر میں آردو ہزارہا ہندوؤں اور مسلمانوں کی عام زبان ہے چیز بھی دھیان میں رکھنے کے قابل ہے کہ اندور کے پچھلے جاسے میں سمیان نے ہندی کی تعریف یہ کی تھی کہ ہندی وہ بھاشا ہے۔ جسے اتر ہندوستان کے ہندو اور مسلمان بولتے ہیں اور جو دیوناگری یا

فارسی لکھاوٹ میں لکھی جاتی ہے - اسلئے مجھے آمید ہے کہ اردو مخالفت کے معنی میں بھی اگر مسلم مخالفت شبد لیا گیا ہے تو بھی نامہ نگار نے جس شک کا ذکر کیا ہے وہ دور ہو جائے گا اور شملے میں ہونے والی ہندی سادیتہ سمیان کے جلسے کی تیاریوں کا کام آسکے مٹھصد یا رخ کے بارے میں بغیر کسی طرح کا وہم کئے ویسا ہی جاری رہے گا -

ہندی بنام اردو

ہندی اردو کا یہ سوال بارہ ماسی بن گیا ہے - حالانکہ اس کے بارے میں اکثر اپنے خیالات ظاہر کر چکا ہوں اور انہیں پھر سے ظاہر کرنا دھرا نا ہی ہوگا پھر بھی اس بارے میں - میں جو کچھ مانتا ہوں آسے بنا کسی دلیل کے سیدھے سادے روپ میں رکھ دینا ٹھیک ہوگا - میرا وشواس ہے کہ -

(۱) ہندی ہندوستانی اور اردو شبد آس ایک ہی زبان کو ظاہر کرتے ہیں - جسے اتر بھارت میں ہندو - مسلمان - دونوں بولتے ہیں اور جو دیوناگری یا فارسی لکھاوٹ میں لکھی جاتی ہے -

(۲) آس بھاشا کیلئے اردو شبد شروع ہونے سے پہلے ہندو مسلمان دونوں آسے ہندی ہی کہتے تھے -

(۳) ہندوستانی شہد بھی بعد میں (یہ میں نہیں جانتا کہ کب سے) اسی ہاشا کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔
 (۴) ہندو۔ مسلمان دونوں کو یہ ہاشا اسی شکل میں بولنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جس میں اتر بھارت کے زیادہ تر لوگ آسے سمجھتے ہیں۔

(۵) بہت سے ہندو اور بہت سے مسلمان سنسکرت اور فارسی یا عربی کے ہی لفظوں کا استعمال کرنے کی ضد کرین گے۔ یہ حالت ہمیں تب تک برداشت کرنی پڑیگی جب تک ہمارے درمیان ایک دوسرے کے متعلق بے اعتباری اور علیحدگی کا خیال قائم ہے۔ پر جو ہندو کسی خاص طرح کے مسلم خیالات کو جاننا چاہیں گے۔ وہ فارسی لکھاوٹ میں لکھی ہوئی آردو کا مطالعہ کرین گے اور اسی طرح جو مسلمان ہندوؤں کی کسی خاص بات کا گیان حاصل کرنا چاہیں گے۔ انہیں دیوناگری لکھاوٹ میں لکھی ہوئی ہندی کا مطالعہ کرنا ہوگا۔

(۶) آخر میں جا کر جب ہمارے دل گھل مل جائیں گے اور ہم سب اپنے اپنے صوبے کی بجائے ہندوستان پر فخر کا احساس کرنے لگیں گے اور مختلف دھرموں کو ایک ہی درخت کے مختلف پھلوں کی شکل میں جاننے اور انہیں کے مطابق آن پر عمل کرنے لگیں گے۔ تب ہم صوبائی ہاشاؤں کو صوبائی کام کاج کیلئے قائم رکھتے

ہوئے ایک ہی سب کو منظور لکھاوٹ والی اور سب کو منظور بہاشا پر پہنچ جائیں گے ۔

(۷) کسی صوبے یا ضلع یا جنتا پر ایک بہاشا یا ہندی کے ایک روپ کو لادنے کا جتن کرنا دیش کی سب سے بڑی بھلائی کے لئے زہر ہے ۔

(۸) عام بہاشا کے سوال پر غور کرتے وقت مذہبی فرقوں کا خیال نہیں کرنا چاہئے ۔

(۹) رومن لکھاوٹ نہ تو ہندوستان کی لکھاوٹ ہو سکتی ہے ۔ اور نہ ہونی چاہئے ۔ یہ برابری تو فارسی اور دیوناگری کے بیچ ہی ہو سکتی ہے اور اسکی اپنے بنیادی خوبیوں کو الگ رکھ دیں تو بھی دیوناگری ہی سارے ہندوستان کی سب کو منظور لکھاوٹ ہونی چاہئے کیونکہ مختلف صوبوں میں چالو زیادہ تر لکھاوٹیں بنیادی طور سے دیوگری سے ہی نکلی ہیں اور اسلئے ان کیلئے آسے سیکھنا ہی سب سے زیادہ آسان ہے ۔

لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں پر یا دوسرے ایسے لوگوں پر جو اس سے انجان ہیں اسے زبردستی لادنے کی ہمیں کسی طرح کی کوئی کوشش نہیں کرنی چاہیے ۔

(۱۰) اگر آدرہ کو ہم ہندی سے الگ مانیں - تو میں کہوں گا کہ اندور میں جب میرے کہنے پر ہندی ساہتیہ سمیان نے دھارا نمبر ۱ میں دئے ہوئے بیان کو منظور کر لیا - اور ناگ پور میں میرے کہنے پر بھارتی ساہتیہ پریشد نے بھی اس کو منظور کر کے انٹر صوبائی کاروبار کی سبکو منظور بھاشا کو ہندی یا ہندوستانی کہا - تو اس طرح میں نے آدرہ کی سیوا ہی کی ہے - کیونکہ اس سے ہندو مسلمان دونوں کو منظور بھاشا کو بنانے کی کوشش میں شامل ہونے اور صوبائی بھاشاؤں کے سب سے اونچے وچاروں کو اس بھاشا میں لانے کا پورا پورا موقع مل گیا ہے -

(ہریجن سیوک ، ۳ جولائی ۱۹۳۷ ع)

اسان ہندی - ہندوستانی

راجندر بابو نے یہ کہہ کر کہ پر چار کون کو کیرکڑ کا اونچا ہونا چاہئے - میرا کام بہت ہلکا کر دیا ہے - یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جو پر چارک ادبی قابلیت نہیں رکھتے ان سے یہ کام نہیں ہو سکے گا - پر یہ دھیان میں رکھنا ضروری ہے کہ جن میں کیرکڑ کی کمی ہوگی - وہ کسی کام کے ثابت نہ ہوں گے -

اندور کے ہندی ساہتیہ سمیان کے جلسے میں ہندی کی

جو تعویف کی گئی تھی - یعنی وہ بھاشا جیسے اتر ہندوستان کے ہندو اور مسلمان بولتے ہیں اور دیوناگری اور فارسی دونوں ہی لکھاؤں میں لکھی جاتی ہے - اس ہندی پر آن کا اچھا ادھیکار ہونا چاہئے - اس بھاشا پر قابو حاصل کرنے کا مطالب بھی نہیں ہے کہ جتنا جس آسان ہندی - ہندوستانی کو بولتی ہے اس پر ہم قابو پالیں بلکہ سنسکرت شبدوں سے لدی بھری ٹیپٹہ ہندی اور فارسی اور عربی الفاظ سے بھری ہوئی اردو زبان پر ہی ہم کمال حاصل کریں -

آن کے علم کے بنیر ہمارا بھاشا کا ادھیکار ادھورا ہی رہے گا - جس طرح چاسر سوٹ اور جانسن کی انگریزی کے گیان کے بنا کوئی انگریزی بھاشا کا یا بالعمیک اور کالیداس کی ادبی سنسکرت سے کورا رہ کر کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ انگریزی اور سنسکرت پر آتشکا پورا پورا ادھیکار ہے -

پر میں آن کے دیوناگری یا فارسی اپنی کے یا ہندی گرامر کی لاعلمی کو برداشت کر لوں گا - لیکن آن کے کیرکڑ کی کمی کو تو میں ایک گھڑی کیلئے بھی برداشت نہیں کر سکتا -

ہمیں یہاں ایسے آدمیوں کی ضرورت نہیں ہے - اور اگر ان امیلواروں میں یہاں کوئی ایسا آدمی ہو - جو اس کسوٹی پر کھرا نہ اتر سکتا ہو تو اسے ابھی چلا جانا چاہئے - جس کام کیلئے وہ بلائے گئے ہیں وہ کوئی آسان کام نہیں ہے -

ایسے انگریزی دان لوگوں کا بھی دیش میں ایک مضبوط دل

ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ایک انگریزی ہی ہندوستان کی راشٹر
بھاشا ہو سکتی -

کاشی اور الہ آباد کے پنڈت تو سنسکرت سے بھری
ہندی چہتے ہیں اور دہلی اور لکھنؤ کے عالم فارسی لفظوں سے
لدی ہوئی اردو کو - ایک تہہ را دل بھی ہے جس سے ہمیں
لڑتا پڑتا ہے - یہ دل ہمیشہ یہ آواز اٹھاتا رہتا ہے کہ
صوبائی بھاشائیں خطرے میں ہیں -

صرف علمیت سے ان طاقتوں کا ہم کامیابی سے مقابلہ
نہیں کر سکتے - یہ کام عالمونکا نہیں ہے - یہ تو فقیروں
کا کام ہے - جن کا کیڑ کڑ بانگل پاک ہو اور جو خود غرض
طریقوں سے الگ ہوں - اگر لوگ آپکو نہ چاہیں اور جن
لوگوں کے پیچ جا کر آپ کام کر رہے ہوں - وہ آپ پر ہاتھ
تک چلا بیٹھیں تو میں انہیں دوش نہیں دوں گا - انہوں نے
اھنسا کا کوئی برت تو لیا نہیں ہے اسی طرح دھن سے بھی
ہمکو زیادہ مدد نہیں ملے گی - اکیلے دھن سے کیا ہو سکتا
ہے - روپیے سے بھی زیادہ ہم کیڑ یکڑ کو ترجیح دیتے
ہیں آج صبح میں آپ لوگوں سے یہی کہنے آیا ہوں کہ
آپ اس طرح اس کام میں مدد دیں -

(ہریجن سیوک ، ۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء سنہ ع)

تحریریں کے قابل

مرلوی عبدالحق صاحب اور شری راجیندر بابو نے ہندی

آردو بحث کے بارے میں جو اکھٹا بیان نکلا ہے ۔ اس سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ یہ بحث اب ختم ہو جائیگی ۔ اور جو لوگ اتر صوبائی بھاشا میں دلچسپی رکھتے ہیں ، وہ اس سوال پر اسکی اچھائی برائی کی ہی نظر سے وچار کر سکیں گے اور سب مالکر کسی اچھی عملی بات پر بھی پہنچ سکیں گے بیان یہ ہے درپٹنہ میں تاریخ ۲۸ اگست کو بار آردو کمیٹی کی جو بٹیک ہوئی تھی ۔ اس موقع پر ہمیں ہندوستانی بھاشا کے سوال کے بارے میں ایک دوسرے کے ساتھ ، اور دوسرے بھی کچھ دوستوں کے ساتھ بحث کرنے کا موقع ملا ۔ آردو ، ہندی ہندوستانی کی بحث کے بارے میں جو غلط فہمیاں بدقسمتی سے پیدا ہو گئی ہیں ۔ آنکو دور کرنے کی فکر ہمیں تھی ۔ ہمیں یہ کہتے ہوئے خوشی ہوتی ہے کہ اس سوال کے بہت سے حصوں پر ہم نے بحث کی اور ہم نے دیکھا کہ اس بات چیت میں آئے ہوئے بہت سے سوالوں میں ہم لوگوں کی ایک رائے ہے ۔ ہم اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ ہندوستانی کو ہندوستان کی راشٹر بھاشا ہونی چاہئے اور وہ آردو اور دیوباگری دونوں لکھاؤں میں لکھی جانی چاہئے اور سرکاری دفتروں اور شکشا میں دونوں لکھاؤں کو قبول کر لینا چاہئے ۔

ہندوستانی ۔ ہم اس زبان کو کہتے ہیں جسے اتر ہندوستان میں آدمیوں کا بہت

بڑا طبقہ بولتا ہے، اور ہم مانتے ہیں کہ جو شبہ، عام کاروبار میں استعمال ہوتے ہیں انہیں چن کر ہندوستانی کے ذخیرہ میں داخل کر لینا چاہئے۔ اور ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ اردو ہندی دونوں کو اور ادب میں استعمال ہونے والی بھاشاؤں کو ان کی ترقی کے لئے پورا موقع ملنا چاہئے۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ اردو اور ہندی کے عالموں کی مدد سے ہندوستانی لفظوں کی ایک ڈکشنری تیار کرنے کی کوشش ہوتی چاہئے۔ ایسی لغت بنانے کے لئے اور لفظوں کے چناؤ اور ایسے دوسرے کاموں کے لئے ہندی اردو کے ماہرین کی ایک چھوٹی سی کمیٹی مقرر کرنی چاہئے۔ اردو اور ہندی کے ایسے وزن دار حامیوں کی یہ کمیٹی بنی چاہئے جو یہ مانتے ہوں کہ ان دونوں زبانوں کو ایک دوسرے کے زیادہ نزدیک لایا جائے اور ہندوستانی بھاشا کی ترقی کو آکھایا جائے اور اس طرح ان دونوں زبانوں کے بولنے والوں کے بیچ رواداری پیدا کی جائے۔ جتنی جلدی ہو سکے اتنی جلدی یہ کمیٹی بلائی جائے۔ ہمیں امید ہے کہ اس بیان کے نکالنے والے ایسے ہندوستانی لفظوں کو تیار کرنے کا جنہیں سب پارٹیز کے لوگ منظور کر سکیں جلدی ہی کام شروع کریں گے اور اس کام کیلئے اور بہت سے بڑے بڑے سوالوں کو حل کرنے کیلئے جس کمیٹی کا بنانا انہوں نے طے

کیا ہے اسے فوراً ہی مقرر کریں گے۔ اگر کام کو جلدی سے سنبھالنا ہے تو میں اس بات پر زور دوں گا کہ کمیٹی جہاں تک ہو، جھوٹی ہونی چاہئے۔

(ہریجن سیوک، ۱۸ ستمبر سنہ ۱۹۳۷ ع)

کانگریس کی ذیبتی

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے حال کے جلسے میں ڈاکٹر اشرف نے ہندوستانی زبان کے متعلق جو ریزولوشن رکھا تھا اس کے بارے میں ورکنگ کمیٹی کو افسوس ہے کہ کمیٹی طرح کی ترمیموں سے اتنی گڑبڑ ہوئی کہ وہ ریزولوشن اڑ گیا۔ لیکن کانگریس کی جس حالت کا نیچے لکھی دھارامین ذکر کیا گیا ہے اس میں اس ریزولوشن کے اڑ جانے سے کسی طرح کا فرق نہیں پڑتا۔ دھارا ۱۹ (اے) یہ ہے کہ کانگریس آل انڈیا کانگریس کمیٹی اور ورکنگ کمیٹی کا کام کاج عام طور پر ہندوستانی میں ہوا کرے گا۔ بولنے والے اگر ہندوستانی میں نہ بول سکیں تب یا جب صدر اجازت دے تب انگریزی بھاشا کا یا کسی صوبائی بھاشا کا استعمال کیا جاسکے گا۔ (بی) صوبائی کمیٹی کا کام کاج عام طور پر صوبے کی بھاشا میں ہوا کرے گا مگر ہندوستانی بھاشا کا استعمال نہیں کیا جائے گا۔

کانگریس کی راے کے مطابق ہندوستانی وہ بھاشا ہے جسے آن بھارت کے لوگ استعمال میں لائے ہیں اور جو دیوناگری

یا آردو دونوں بیہون میں لکھی جاتی ہے۔ دراصل کانگریس کی ایسی بیٹی چلی ا رہی ہے کہ تمام سپہاؤں میں اور کانگریس کمیٹیوں کے کام کاج میں ہندوستانی کا استعمال کرنے کی ضد رکھی جائے۔ ورکنگ کمیٹی کو امید ہے کہ اس سال کے اخیر تک کانگریس کے لوگ راشٹریہ بھاشا ہندستان میں بولنے کی مشق کر لیں گے جس سے پھر کانگریس کی سپہاؤں میں یا کانگریس کمیٹیوں کے دفاتروں میں انگریزی کا دوبارے لئے انگریزی کا استعمال کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ صرف پریذیڈنٹ جب ضروری سمجھے تو انگریزی کا استعمال کرنے کی اجازت دے سکے۔

(کانگریس ورکنگ کمیٹی کا ۱۹۳۸ کا ریزولوشن)

ہماری راشٹریہ بھاشا

ہندوستانی ہماری 'راشٹریہ بھاشا' ہے یا ہوگی۔ اگر ایسے اعلان ہم نے سچائی کے ساتھ کئے ہیں تو پھر ہندوستانی کا گیان حاصل کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔ انگلینڈ کے سکولوں میں لاطینی سیکھنا لازمی تھا اور شاید اب بھی ہے۔ اس کے مطالعہ سے انگریزی کے مطالعہ میں کوئی رگاوٹ نہیں پڑی بلکہ آسکے گیان سے انگریزی بھاشا اور پھلی پھولی۔ اسلئے ہماری بھاشا خطرے میں ہے، کا جو شور مچایا جاتا ہے وہ یا تو لاعلمی کی وجہ سے مچایا جاتا ہے

یا اس میں دھوکہ ہے۔ جو لوگ ایمانداری کے ساتھ ایسا
 سوچتے ہیں انکی اس دیش بھگتی پر ترس آتا ہے کہ ہمارے
 بچے ہندستانی سیکھنے کیلئے اپنا ایک گھنٹہ بھی نہ دیں۔
 اگر ہمیں تمام بھارتی راشٹریا حاصل کرنی ہے۔ تو صوبائی
 کنگ دلی کو چھوڑنا ہی پڑے گا۔ سوال یہ ہے کہ ہندستان
 ایک دیش اور راشٹر ہے یا بہت سے دیشوں اور راشٹروں
 کا کٹہ جوڑا ہے۔ جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ یہ ایک دیش
 ہے انہیں تو راجا جی کا پورا ساتھ دینا چاہئے۔
 (ہریجن میوک، ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۳۸ ع)

ہندستانی - ہندی اور اردو

ہندی اردو کے سوال پر سخت بحث چل پڑی ہے اور
 ابھی چل رہی ہے۔ یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ جہاں
 تک کانگریس کا تعلق ہے ہندستانی ہی وہ بھاشا ہے جسے
 اس نے انٹر صوبائی تعلق کیلئے باضابطہ تمام بھارت کی بھاشا
 منظور کیا ہے۔ ورکنگ کمیٹی کے حال کے پرستاؤ سے اس
 - مہینہ کے سارے وہم دور ہو جانے چاہیں۔ جس کانگریس
 والوں کو سارے ہندستان میں کام کرنا پڑتا ہے وہ اگر
 دونوں لکھاؤں میں ہندستانی سیکھنے کی تکلیف آٹھائیں
 تو اپنی سمجھی پسند کی بھاشا کی منزل کی طرف ہم بہت کچھ
 آگے بڑھ جائیں کیونکہ اصلی جھگڑا ہندی اور اردو میں نہیں

بلکہ ہندوستانی اور انگریزی میں ہے۔ وہی سخت مقابلہ ہے۔ میں تو اس کے لئے یقینی طور پر بہت فکر مند ہوں۔

ہندی اردو بحث کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ ہندوستانی کے بارے میں کانگریس کی جو رائے ہے اسکو ہمیں اصلی شکل ملنی ہے اور ایسا تب تک نہ ہوگا جب تک کانگریس کی کاروائی صرف ہندوستانی میں نہ ہونے لگے گی۔ کانگریس والوں کے فائدے کے لئے کانگریس کو ہندوستانی کے لغت بنانے پڑیں گے اور ایک ایسا محکمہ کھولنا پڑیگا جو ان لغتوں کے علاوہ کام میں آنے والے نئے نئے شبداں مہیا کریگا۔ یہ کام بہت بڑا ہے لیکن اگر ہمیں درحقیقت سارے ہندوستان میں چالو ایک زندہ اور بڑھتی ہوئی بھاشا کو پیدا کرنا ہے تو ایسا کرنا ہی چاہئے۔ یہ محکمہ اس بات کا فیصلہ کریگا کہ اردو یا دیوناگری لپوں میں لکھے ہوئے موجودہ ساہتہ کے گرتھوں اور ماہانہ ہفتہ واری اور روزانہ پرچوں میں سے کن کن کو ہندوستانی کا سمجھا جائے۔ یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جس میں کامیابی لانے کے لئے بڑی محنت کی ضرورت ہے۔

ہندوستانی کو اصلی شکل دینے کیلئے ہندی اور اردو کو اسکی پالنے والی بھاشائیں سمجھنا چاہئے۔ اس لئے کانگریس والوں کو ان دونوں کی طرف اچھے وچار رکھنے

چاہیں اور جہاں تک بن سکے ان دونوں کے ہی نزدیک رہنا چاہئے ۔

ایک ترقی یافتہ راشٹر کی ہر ایک ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اس ہندوستانی کو بہت سے بول چال کے شبہد مہیا کرنے پڑ نیگے ۔ بنگال یا دکھن کے سننے والوں کے سامنے جو ہندوستانی بولی جائے گی اُس میں قدرتی طور پر سنسکرت سے پیدا ہوئے شبہدوں کا دخل ہوگا ۔ وہی بات جب پنجاب میں کہی جائیگی تو اُس میں عربی فارسی سے پیدا ہوئے دونوں کی کافی ملاوٹ ہوگی ۔ یہی حال اُن سننے والوں کے سامنے ہوگا جن میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوگی جو سنسکرت سے بنے ہوئے بہت سے شبہد نہیں سمجھ سکتے ۔ اس لئے جن لوگوں کو سارے ہندوستان میں تقریریں کرنی پڑتی ہیں اُن کے پاس ہندوستانی لفظوں کا ذخیرہ ایسا ہونا چاہئے جس کی مدد سے بھارت کے سب ہی حصوں کے سننے والوں کے سامنے وہ بنا کسی ہچکچاہٹ کے بول سکیں ۔ پنڈت مالوی جی اس بات میں سب سے بڑے چڑھ کر ہیں ۔ میں جانتا ہوں سننے والوں کو چاہئے ہندی بولنے والے ہوں یا آردو بولنے والے اپنی طرف مخاطب کرنے میں انہیں کبھی مشکل نہیں پڑتی ۔ کسی ٹھیک لفظ کے لئے میں نے انہیں کبھی بول سکتے نہ پایا ۔ یہی بات بابو بھگوان داس کی ہے جو اپنی تقریروں میں ہر طرح کے بول چال کے لفظوں

کا استعمال کرتے ہیں اور اس بات کا دھیان رکھتے ہیں کہ آن میں سے کوئی ناموزوں تو نہیں۔ یہ لکھتے وقت مسلمانوں میں محمد علی کا خیال آتا ہے جن کے پاس دونوں ہی طرح کے سننے والوں کے لئے کافی ہر طرح کے لفظوں کا ذخیرہ تھا۔ اس سے انہیں کافی فائدہ ہوا۔ کانگریس سے آزاد رہ کر ہندی اور اردو برابر ترقی کرتی رہیں گی ہندی زیادہ تر ہندوؤں میں اور اردو مسلمانوں میں محدود رہیگی۔ درحقیقت ہندی جاننے والے ایسے مسلمان بہت کم ہیں جنہیں آس کا پنڈت کہا جاسکے حالانکہ میں یقین کرتا ہوں کہ ہندی بولنے والے حصوں میں پیدا ہونے والے مسلمانوں کی مادری زبان ہندی ہی ہے۔ اسی طرح ایسے ہزاروں ہندو ہیں جن کی ماتری بھاشا اردو ہے۔ اور آن میں سے سینکڑوں ایسے بھی ہیں جنہیں اردو کا پنڈت کہا جاسکتا ہے۔ پنڈت موتی لال نہرو ایسے ہی تھے۔ ڈاکٹر تیج بہادر سہرو کی نسبت بھی ہم یہی کہہ سکتے ہیں۔ ایسی مثالیں اور بھی بہت سی مل سکتی ہیں۔ اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ ان دو بہنوں میں کوئی جھگڑا یا حسد ہو۔ ہاں پریم بھرا رشک تو ہمیشہ ہونا ہی چاہئے۔ میرے پاس جو کچھ حالات آئے ہیں ان سے تو ایسا معلوم پڑتا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب کے زورِ اہتمام عثمانیہ یونیورسٹی اردو کی بڑی سیوا کر رہی ہے

اس یونیورسٹی میں اردو کا ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔ سائنس کی بھی کتابیں اردو میں تیار کی جا رہی ہیں۔ اور چونکہ اس یونیورسٹی میں ایمانداری کے ساتھ اردو کی تعلیم دی جا رہی ہے اس لئے اس کی ترقی ہونی چاہئے۔ بلاوجہ کسی تعصب کی وجہ سے اگر آج ہندی بولنے والے ہندو وہاں کے بڑھتے ہوئے ساہتہ سے فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ان کا قصور ہے۔ لیکن اس تعصب کا انت تو یقینی ہے کیونکہ دونوں جاتیوں کے بیچ کی موجودہ نا اتفاقی تمام بیماریوں کی طرح کچھ تھوڑی دیر کی مہمان ہے۔ اچھا ہو یا برا پر یہ دونوں جاتیاں تو ہندستان کی ہو چکی ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی پڑوسی ہیں اور اسی دیش کی سنتاں ہیں۔ یہیں وہ پیدا ہوئے ہیں اور یہیں مرینگے اس لئے اگر وہ خود بخود ہی من سے نہ رہنے لگے تو قدرت اس کے لئے انہیں مجبور کریگی۔ جو حال ہندوؤں کا ہے وہی مسلمانوں کا ہے۔ اگر مسلمان ہندو ساہتہ سمیلن اور ناگری پر چارنی سبھا کی نرم کوششوں کے نتیجے کا فائدہ نہ اٹھائیں تو یہ ان کا قصور ہے۔ یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ سمیلن نے ہندی کی یہ تعریف کر کے کہ وہ بھاشا جو اتر بھارت میں ہندو مسلمانوں کے ذریعہ بولی جاتی ہے اور جو اردو یا ناگری لکھاوٹ میں لکھی جاتی ہے

(اپنی طرف سے) جو بڑا قدم اٹھایا ہے مسلمانوں نے فخر اور خوشی کے ساتھ اس کی داد نہیں دی ہے۔ اس طرح جہاں تک اس بیان کا تعلق ہے کانگریس نے ہندوستانی کی جو تشریح کی ہے اس کے ساتھ اس کا میل بیٹھ جاتا ہے۔ میں یہ جانتا ہوں کہ ایسے بھی کچھ لوگ ہیں جو اس بات کا سہنا دیکھتے ہیں کہ یہاں خالی اردو یا خالی ہندی ہی رہے گی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ یہ ناپاک سہنا ہے اور ہمیشہ سہنا ہی رہے گا۔

(ہریجن سیوک - ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۸ء)

راشٹر بھاشا کا نام

ایک مسلمان دوست جو اپنے کو پرانا کانگریسی کام کرنے والا کہتے ہیں مجھے لکھتے ہیں کہ جہاں تک مجھے یاد ہے اس بارے میں کانگریس کے پاس کئے ہوئے ریزولوشن میں ہندی نہیں بلکہ ہندوستانی نام رکھا گیا ہے۔ آپ خود بھی اپنی تمام تقریروں میں اور تحریروں میں ہمیشہ ہندوستانی لفظ کا ہی استعمال کرتے رہے ہیں ایسی حالت میں یہ ایک افسوس کی بات ہے کہ بہت

سے گانگریسی گانگریس کے پرستار کی عزت
 نہ کرتے ہوئے 'ہندو' نام ہی استعمال کرتے
 رہتے ہیں۔ اس غلط لفظ کے استعمال سے گانگریس کے
 ماتحت کام کرنے والے مختلف فرقوں یا مذاہبوں میں امت
 غلط فہمی پھیل گئی ہے۔ میرے خیال میں ہر ایک
 گانگریسی کو چاہئے کہ راشٹربھاشا کا ذکر
 کرتے وقت وہ ہندو یا اردو میں سے کسی
 کو کہیں استعمال نہ کرے بلکہ ہندوستانی
 لفظ کا استعمال کرے۔

میں اس سمجھاؤ کو سچے دل سے منظور کرتا ہوں۔ راشٹربھاشا کا ایک ہی نام ہے اور وہ ہے 'ہندوستانی'
 (سیگاؤن - ۲۵ دسمبر ۱۹۳۸ء)

سچی سیوا

جب تک آپ لوگ اردو-ہندی دونوں کے خاصے عالم نہیں بن جاتے تب تک راشٹربھاشا کی سچی سیوا نہیں کر سکتے
 راشٹربھاشا کے پرچارکوں کو تو ٹھیک ٹھیک اسکا عالم بنا ہے
 اس علم کو حاصل کئے بنا وہ کسی طرح سچے پرچارک نہیں
 ہو سکتے۔ آپ لوگ پوچھہ سکتے ہیں کہ جب اردو اور بنگالا
 میں اچھا ادب موجود ہے آپ اسی کو راشٹربھاشا کیون

نہ مانیں۔ ہاں یہ کہنا ٹھیک ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ایسی کوئی بھاشا نہیں۔ ہندی اردو کے میل کو چھوڑ کر۔ جو راشٹر بھاشا بن سکے۔ ہندی اردو کا ملاپ بہت آسان ہے۔ دھیرے دھیرے آپ لوگوں کی محنت سے اس میل سے اونچا ادب بھی تیار ہو سکتا ہے۔ یہی آشا ہے اور اسی لئے میں نے ہندی اردو کے آسان میل کو راشٹر بھاشا بنانے پر زور دیا ہے۔ مجھے آمید ہے کہ آگے چل کر ہندستان کے سب بھائی بہن ہندی اردو کے میل کو راشٹر بھاشا منظور کر لین گے۔ یہی عام جنتا کی بھاشا ہو سکتی ہے۔ اسی لئے اس کو چنا گیا ہے کہ اس کے بولنے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

(سب کی بولی - اکتوبر سنہ ۱۹۳۹ ع)

قومی زبان

سارے ہندستان کے ساتھ بیوہار کرنے کے لئے ہم کو بھارتی بھاشاؤں میں سے ایک ایسی بھاشا یا زبان کی ضرورت ہے جسے آج زیادہ سے زیادہ تعداد میں لوگ جانتے اور سمجھتے ہوں اور باقی لوگ جسے جلدی سیکھ سکیں۔ اس میں شک نہیں کہ ہندی ایسی ہی بھاشا ہے۔ اتر کے ہندو اور مسلمان دونوں اس بھاشا کو بولتے اور سمجھتے ہیں۔ یہی بولی جب اردو لکھاؤٹ میں لکھی جاتی



ہے تو اردو کہلاتی ہے۔ راشٹری مہا سبھا نے ۱۹۲۵ء کے اپنے کان پور والے جلسے میں منظور کئے ہوئے مشہور رزلوشن میں سارے ہندوستان کی اسی بولی کو ہندی کہا ہے۔ اور تب سے اصولاً ہی کیون نہ ہو، ہندوستانی، راشٹری بھاشا یا قومی زبان مانی گئی ہے۔ اصولاً میں نے جان بوجھ کر کہا ہے کیونکہ خود کانگریس والوں نے بھی اس کو جتنا استعمال کرنا چاہئے نہیں کیا۔ ہندوستان کی عام جنتا کی سیاسی تعلیم کے لئے ہندوستان کی بھاشاؤں کی اہمیت کو پہچاننے اور ماننے کی ایک خاص کوشش ۱۹۲۰ء میں شروع کی گئی تھی۔ اس خیال سے اس بات کی خاص کوشش کی گئی تھی کہ سارے ہندوستان کے لئے ایک ایسی بھاشا گو جان اور مان لیا جائے جسے سیاسی نقطہ نظر سے جاگا ہوا ہندوستان آسانی سے بول سکے اور تمام بھارتی راشٹری مہا سبھا کے عام جلسوں میں اکٹھا ہونے والے ہندوستان کے جدا جدا صوبوں سے آئے ہوئے کانگریسی آؤسے سمجھ سکیں۔ یہ راشٹری بھاشا ہیں اس طرح سیکھنی چاہئے کہ جس سے ہم سب اس کی دونوں طرزوں کو سمجھ اور بول سکیں اور اسے دونوں لکھاؤں میں لکھ سکیں۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے کانگریس والوں نے اس ٹھراؤ پر عمل نہیں کیا۔ میری سمجھ میں اس کا ایک شرمناک نتیجہ یہ ہوا ہے کہ آج بھی

انگریزی بولنے کی ضد رکھنے والے اور اپنے سمجھنے کے لئے دوسروں کو انگریزی میں ہی بولنے کے لئے مجبور کرنے والے کانگریس والوں کا یہودہ نظارہ میں دیکھنا پڑتا ہے۔ انگریزی زبان نے ہم پر جو جادو ڈالا ہے اس کے اثر سے ہم ابھی تک چھوٹے نہیں ہیں۔ اس جادو کے جال میں ہمیں کمر ہم لوگ ہندوستان کو اپنے مقصد کی طرف آگے بڑھنے سے روک رہے ہیں۔ جتنے سال ہم انگریزی سیکھنے میں برباد کرتے ہیں اگر اتنے مہینے بھی ہم ہندوستانی سیکھنے کی تکلیف نہ اٹھائیں تو سیچ میچ ہی کہہا ہوگا کہ ہم عام لوگوں کی طرف اپنے پریم کی جو ڈینگیں ہانکا کرتے ہیں وہ نری ڈینگیں ہی ہیں۔

(رجنا ملک کاریہ کرم)

ہندوستانی

دکھہ ہے کہ کانگریس کے پرستاؤ پر جتنا اور جیسا چھٹے عمل نہیں کیا جاتا۔ اس میں قصور کانگریس والوں کا ہی ہے۔ وہ ہندوستانی سیکھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انگریز عالموں کے ٹکر کی انگریزی سیکھنے کی ناکام کوشش میں دوسری ہاشائیں سیکھنے کی آن کی ساری طاقت چک جاتی ہے۔ نتیجہ اس کا بہت ہی درد ناک ہوا ہے۔ ہماری صوبائی ہاشائیں کنگال اور پھیکی بن گئی ہیں۔

اور راشٹر بھاشا ہندوستانی اپنی جگہ سے گر گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دیش کے لاکھوں کڑوڑوں لوگوں کے ساتھ مٹھی بھر انگریزی پڑھے لکھے لوگ ہی قدرتی طور پر عام رعایا کے رہنما ہیں۔ سرکاری اسکولوں کو چھوڑ کر دیش میں عام جنتا کی تعلیم کا اور کوئی خاص بندوبست نہیں ہے۔ چنانچہ انگریزی ہی جگہ ہندوستانی کو عزت دلانے کا مبارک کام کانگریس کے سامنے ہے۔ دراصل تو اس پرستاؤ کو پاس کرنے کے ساتھ ہی اسے اس پر عمل کرنے کے لئے ایک خاص محکمہ کھولنا چاہئے تھا۔ وہ چاہے تو اب بھی کھول سکتی ہے لیکن اگر وہ نہیں کھولتی تو آن کانگریس والوں کو اور دوسرے لوگوں کو جنہیں نجی طور پر راشٹر بھاشا کی تعمیر میں دلچسپی ہے آگے اس کام کو اٹھا لینا چاہئے۔ لیکن یہ ہندوستانی ہے کیا چیز؟ اردو یا ہندی سے الگ اس نام کی اور کوئی بھاشا نہیں۔

کبھی کبھی لوگ اردو کو ہی ہندوستانی بھی کہتے ہیں۔ تو کیا کانگریس نے اپنے ودھان کی اوپر والی دھارا میں اردو کو ہی ہندوستانی مانا ہے۔ کیا اس میں ہندی کی جو سب سے زیادہ بولی جاتی ہے کوئی جگہ نہیں۔ یہ تو مطالب کا ستیاناش کرنا ہوگا۔ صاف طور پر یہاں اس کا مطالب صرف ہندی بھی نہیں ہو سکتا اس لئے اس کا صیح صیح مطالب تو ہندی اور اردو ہی ہو سکتا ہے۔ ان دونوں کے میل

تھے ہمیں ایک ایسی زبان تیار کرنی ہے جو سب کے کام آسکے۔ ایسی کوئی زبان جو لکھی بھی جاتی ہو آج رواج میں نہیں ہے۔ لیکن آذربھارت میں آج بھی کڑوڑوں آن پڑے ہندو اور مسلمانوں کی یہی ایک بولی ہے چونکہ یہ لکھی نہیں جاتی اس لئے ادھوری ہے۔ اور جو لکھی جاتی ہے اس کی دوالگ الگ دھارائیں بن گئی ہیں جو دن بہ دن ایک دوسرے سے دور ہٹ رہی ہیں اس لئے ہندوستانی کا مطالب ہندی اور آردو ہو گیا ہے۔ یعنی ہندی اور آردو دونوں اپنے کو ہندوستانی کہہ سکتی ہیں بشرطیکہ وہ ایک دوسری کا تیار نہ کریں اور اپنی اپنی خاصیت اور مٹھاس کو قائم رکھتے ہوئے باقاعدہ آپس میں کھل مل جانے کی کوشش کریں۔ آج ہندوستانی کا اپنا ایسا کوئی سنگھٹن نہیں جو ان ایک دوسری سے دور بھاگتی ہوئی دو دھاراؤں کو نزدیک لانے اور ملانے کی کوشش میں لگا ہو۔ ہندی ساہیتہ سمیان اور انجمن ترقی آردو کو یہ کام کرنا ہے۔ یہ ایک کرنے کے لائق نیک کام ہے۔

سمیان کے ساتھ تو میرا تعلق ۱۹۱۸ سے ہے جب میں بمبئی بار آس کا سبھا پتی چنا گیا تھا۔ اس وقت میں نے راشٹر بھاشا کے متعلق اپنے وچار جتنا کہ سامنے رکھے تھے۔ ۱۹۳۰ میں جب میں دوبارہ آس کا سبھا پتی چنا گیا تو میرے سمجھانے پر سمیان نے ہندی کی میری اس تشریح کو

منظور کر لیا کہ ہندی سے مطلب آس زبان یا بولی سے ہے جسے آری ہندوستان کے ہندو اور مسلمان عام طور پر بولتے ہیں اور جو فارسی یا دیوناگری میں لکھی جاتی ہے۔ قدرتی طور پر اس کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ سمیان کے ممبر اس نئی تشریح کے مطابق ہندی کا اپنا علم بڑھاتے اور اس طرح کا ساہیوہ تیار کرتے جسے ہندو اور مسلمان دونوں پڑھ سکتے۔ اس کے لئے سمیان کے ممبروں کو سمہج فارسی اکھاوٹ سیکھنی پڑتی مگر معلوم ہوتا ہے انہوں نے اپنے کو اس عزت کے لائق حق سے محروم رکھنا پسند کیا ہے۔ خیر اب بھی کچھ بگڑا نہیں۔ دیر آید درست آید۔ کاش وہ اب بھی جاگیں۔ انہیں انجمن کی راہ نہیں دیکھنی چاہئے۔ اگر انجمن بھی جاگے اور کچھ کرے تو بڑی بات ہو۔ کیا ہی اچھا ہو کہ دونوں سنستھائیں آپس میں مل کر اور ایک دال ہو کر کام کریں۔ لیکن میں نے تو دونوں کو اپنے ڈھنگ سے الگ الگ کام کرنے کی بات بھی سچھائی ہے۔ میں مانتا ہوں کہ اس طرح جو بھی سنستھا میرے بنائے ہوئے ڈھنگ پر کام کرے گی وہ نہ صرف اپنی بھاشا کو امیر بنا لے گی بلکہ آخر میں ایک ایسی ملی جلی بھاشا کو پیدا بھی کرے گی جو سارے دیش کے کام آئیگی۔ کم نصیبی تو یہ ہے کہ آج ہندی اردو کا سوال ایک قومی جھگڑے کا سوال بن گیا ہے۔ جھگڑے کی

ہندی۔ اردو۔ ہندوستانی

نیچے لکھا خط ایک بھائی نے پچھلی ۲۹ جنوری لکھا کہ میرے نام رجسٹری سے بھیجا تھا جو مجھے سیوا گرام میں ۳۱ جنوری کو ملا۔ ”کاشی۔ یونیورسٹی والی آپ کی تقریر کا مجھ پر گہرا اثر پڑا ہے۔ خاص طور پر ہمارے تعلیمی اداروں میں ہندوستانی کو پڑھائی کا ذریعہ بنانے کی بات اس موقع پر بہت موزون رہی۔ لیکن کیا سچ میچ ہی آپ یہ مانتے ہیں کہ ہندوستانی نام کی کوئی زبان آج ہمارے دیش میں موجود ہے۔ دراصل تو ایسی کوئی زبان ہے ہی نہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ کاشی میں آپ نے ہندوستانی کی اتلی حمایت نہیں کی جتنی ہندی کی اور یہی حال سب کانگریسیوں کا ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ آپ اپنے من کی بات کہتے طور پر کیوں نہیں کہتے۔ کہئے کہ آپ ہندی چاہتے ہیں۔ اس ہندی کو آپ ہندوستانی اور اس سے بھی بدتر ”ہندی۔ ہندوستانی“ کیوں کہتے ہیں۔ کچھ سال پہلے آپ نے اسے یہ نام دینا چاہا تھا لیکن کسی نے اسے اپنا یا نہیں۔ مہاتما جی، آپ کہتے ہیں آپ کو آردو سے کوئی حسد نہیں۔ مگر آپ تو اسے کھام کھلا فارسی لکھاوٹ میں لکھی جانے والی مسلمانوں کی بھاشا کہہ چکے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا

ہے کہ اگر مسلمان چاہیں تو پہلے ہی اس کی حفاظت کریں۔ دوسری طرف آپ کئی بار ہندی سامیہ سمیان کے سپہاچی رہ چکے ہیں۔ اور ہندی کی حمایت کرتے ہوئے اس کے لئے لاکھوں کا چندہ جمع کر چکے ہیں۔ کیا کبھی آپ نے آردو کا پرچار کرنے والی کسی سپہا کی صدارت کی ہے اور اب بھی آپ اس طرح کی صدارت منظور کریں گے؟ اور کیا کبھی آردو کی ترقی کے لئے آپ نے ایک پائی کا بھی چندہ اکٹھا کیا ہے؟ میں تو کانگریس والوں کے منہ سے یہ سسے سسے دق اگیا ہوں کہ مسلم لیگیوں کو سنسکرت شبدوں کا استعمال کرنے سے بچنا نہ چاہئے۔ وہ کہتے ہیں اس طرح جو زبان بنیگی وہ ہندوستانی ہوگی۔ مہاتما جی آپ خود ایک اچھے لیکھک ہیں۔ آپ کو تو پتا ہو نا چاہئے کہ منجھسے ہوئے لیکھک جن کی اپنی ایک طرز بن چکی ہے کبھی فارسی اور سنسکرت کے ان شبدوں کو چھوڑ نہ سکیں گے جو ان کی اپنی بھاشا کے حصے بن چکے ہیں، اس لئے آپ کی یہ صلاح بالکل کام میں آنے والی نہیں ہے۔ مگر ایک راستہ ہے وہ یہ کہ یوپی جیسے کسی ایک صوبے میں ہائی سکول تک کی پڑھائی کے لئے آردو اور ہندی دونوں کو لازمی بنا دیجے۔ اس طرح جس صوبے میں دونوں زبانیں

لازمی طور پر پڑھائی جائیگی وہاں قریب پچاس سال کے اندر ایک عام فہم بھاشا تیار ہو جائیگی جو ہماری اپنی بھاشا ہوگی۔ وہ ہمارے ساتھ رہیگی۔ اور جس زبان کو ہم اپنے اوپر زبردستی لا دے ہیں وہ ہمارے جیون سے بٹ جائیگی۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ جب ہم دونوں بھاشائیں سیکھیں گے تو اپنے آپ ہم اُوسی میں اپنے وچار ظاہر کرنا پسند کریں گے جو زیادہ پھلی پھولی زیادہ خوبصورت۔ زیادہ لبھاتی۔ زیادہ مختصر اور زیادہ بامعنی یعنی تھوڑے میں بہت کہنے والی ہوگی۔ اس سے نہ صرف دیشی بھاشاؤں کے پرچار کا راستہ آسان اور ہموار بنیگا بلکہ ہندو مسلمانوں کے سماجک جیون کے بیچ بڑی ہوئی چوڑی کھائی کو پالنے میں بھی بڑی مدد ملے گی۔ ایک دوسرے کے ساہیتہ کو پڑھکر ہم ایک دوسرے کے خیالوں اور وچاروں کو سمجھ سکیں گے اور ان کے لئے من میں ہمدردی رکھ سکیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح ہندی اور اردو کے میل سے ایک نئی زبان سامنے آجائے اور وہ ہندستانی کہلائے۔ چونکہ یہ زبان دونوں زبانوں کی جانکاری کا نتیجہ ہوگی اس لئے وہ دونوں قوموں کی ایک قدرتی زبان بن جائیگی۔ مہاتما جی، اگر آپ سچ میچ اپنے اس ملک

کے لئے ایک عام فہم قومی زبان چاہتے ہیں تو مجھے یقین ہے کہ آپ میرے اس سمجھاؤ کو منظور کر لین گے اور اپنی سفارش کے ساتھ اسے دہلی کے سامنے پیش کریں گے۔ مگر میں مانتا ہوں کہ آپ ایسا نہیں کریں گے کیونکہ آپ برابر ہندی کی حمایت کرتے آئے ہیں۔ اور اسی کو ملک پر لادنے کی پوری کوشش کرتے رہے ہیں۔ اور آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ اگر ہندی اور اردو دونوں لازمی بنادی گئیں تو اردو ہندی کو میدان سے اکھڑ دیگی کیونکہ ہندی کے مقابلہ میں اردو زیادہ صحیح زیادہ منجھی ہوئی زیادہ بامعنی اور زیادہ خوبصورت ہے۔ مگر میری یہ تجویز دونوں زبانوں کو ایک مہرہ دیتی ہے۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ ہندی ملک کی اپنی قدرتی بھاشا ہے تو آپ کو یہ وشواس ہونا چاہیے کہ وہ اردو کو میدان سے ہٹا دے گی جیسا کہ آپ نے پچھلے سال بھی مجھے لکھا تھا۔ آپ کا یہ کہنا کہ دونوں زبانوں کو لازمی بنائے گی کوئی طاقت آپ کے ہاتھ میں نہیں ہے بے مطلب سا ہے۔ اگر آپ اس تجویز کو اپنی سفارش کے ساتھ ملک کے سامنے رکھنا پسند کریں گے تو ضرور ہی اس کا اثر بھی ہو گا۔“ انہوں نے خط کے نیچے اپنے دستخط تو کئے ہیں لیکن

ساتھ ہی اُس پر «نجی» بھی لکھا ہے۔ اس لئے یہاں
میں ان کا نام نہیں دے رہا۔ نام کی کوئی خاص
اہمیت بھی نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ جو خیالات ان بھائی
کے ہیں وہی اور بھی بہتیرے مسلمانوں کے ہیں۔ میرے
ہزار انکار کرتے پر بھی یہ برائی دور نہیں ہو پائی ہے۔
لیکن جہاں تک مجھ سے تعلق ہے ان بھائی کو میرے اُس
لکھے ہوئے سے تسلی ہو جانی چاہیے جو اسی مضمون
پر ۲۳ جنوری کو لکھا گیا تھا اور یکم فروری کے
'ہریجن سیوک' میں چھپ چکا ہے۔ میں خط لکھنے والے
کی اس بات سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں کہ جو لوگ
ایک راشٹر بھاشا کے حمایتی ہیں انہیں اُس کی ہندی
اور اردو دونوں شکلیں سیکھنی چاہئیں۔ ان ہی
لوگوں کی کوشش سے میں وہ بھاشا ملیگی جو سب کی
بھاشا یا لوک بھاشا کہلائیگی۔ بھاشا کی جو شکل لوگوں کو
خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان زیادہ پسند آئے گی اور
جسے لوگ زیادہ سمجھ سکیں گے بلا شک وہی دیش
کی لوک بھاشا بنیگی۔ اگر لوگ میری اس تجویز کو عام
طور پر اپنائیں تو پھر بھاشا کا سوال نہ تو سیاسی
سوال رہ جائیگا اور نہ وہ کسی جھگڑے کی جڑ بن
سکیگا۔ میں خط لکھنے والے کی اس بات کو مانتے کو
گیا رہیں کہ اردو زیادہ پہلی پہلی زیادہ خوبصورت

زیادہ اہمائی۔ زیادہ مختصر اور زیادہ بامعنی یعنی
تھوڑے میں بہت کہنے والی زبان ہے۔ یہ سب چیزیں
کسی ایک ہاشا کی اپنی وراثت نہیں ہوتیں۔ ہاشا تو
جیسی ہم بنانا چاہیں بن جاتی ہے۔ انگریزی کی جو
خوبیاں آج ہمیں معلوم ہوتی ہیں وہ انگریزوں کی
کوشش سے ہی اس میں آئی ہیں۔ دوسرے شہدوں
میں ہاشا ہماری ہی بنائی ہوئی ہوتی ہے اور وہ اپنے بنانے
والے کے رنگ میں رنگی رہتی ہے۔ آج کل کی بنگلہ
کو بنانے والے نکم اور رویندر ہی نہ تھے۔ اس سے
اگر اردو آج ہندی سے ہر بات میں بڑھی چڑھی ہے
تو اس کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ اس کے مالک ہندی
کے مالکوں سے زیادہ لایق رہے ہوں۔ مگر اس پر میں
اپنی کوئی رائے نہیں دے سکتا کیونکہ ہاشا شاستری
کی نظر سے میں نے دونوں میں سے کسی ایک کا بھی
مطالعہ نہیں کیا۔ تمام کام کے لئے جتنا ضروری ہے
اتنا ہی میں انہیں جانتا ہوں۔ لیکن کیا اردو ہندی سے
اتنی ہی مختلف ہے جتنی بنگلہ مراٹھی سے؟ کیا اردو
اس ہندی کا نام نہیں جو فارسی لیبی میں لکھی جاتی ہے
اور سنسکرت سے نئے شہد لینے کے بجائے فارسی یا عربی
سے نئے شہد لینے کی طبیعت رکھتی ہے۔ اگر ہندو اور
مسلمانوں کے بیچ کسی طرح کی ان بن نہ ہوتی تو لوگ

اس چیز کا خوشی سے سوا گت کرتے۔ جب آپس کی
 یہ عداوت بٹ جائیگی اور ایک دن آپسے ملنا ہی ہے
 تو ہماری اولاد ہمارے ان جھگڑوں پر ہنسیگی اور
 اپنی اس سب کو منظور بہاشا ہندستانی پر فخر کریگی
 جو ان گنت لکھنے والوں اور لوگوں کے ذریعے ان کی
 اپنی ضرورتوں رحجان اور قابلیت کے مطابق کئی
 بہاشاؤں سے کھلے دل کے ساتھ لئے گئے شیدوں سے
 ٹھیک ٹھیک بنائی جائیگی۔ یہاں میں خط لکھنے والے کی
 ایک بھول کو درست کر دینا چاہتا ہوں۔ ان کا کچھ
 ایسا خیال معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار ہندستانی تمام
 صوبائی بہاشاؤں کی جگہ بے بیٹھگی۔ یہ نہ تو مبرا
 کبھی سپنا رہا اور نہ ان لوگوں کا جو دیش کے لیے ایک
 راشٹر بہاشا کی فکر کرتے ہیں۔ ہم سب سپنا تو یہ دیکھ
 رہے ہیں کہ ملک میں ہندوستانی اس انگریزی کی جگہ
 بے بے جو آج پڑھے لکھے لوگوں کے بیچ بیوہا رہا
 ایک ذریعہ بن گئی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ
 ہوا ہے کہ پڑھے لکھوں کے اور عام رعایا کے بیچ
 ایک کھائی سی اکھد گئی ہے۔ اس بد قسمتی کی
 رونا کبھی ہو سکتی ہے جب انٹر صوبائی
 کاروبار کے لئے ہم اس بہاشا کو اپنائیں جو دیش
 کی لوک بہاشا ہوئے یعنی دیش کے زیادہ سے

زیادہ لوگ بولتے ہیں ۔ اس لئے دراصل
 جھگڑا ہندی آردو کا نہیں بلکہ ہندی اور آردو کا
 انگریزی سے ہے ۔ نتیجہ اس کا ایک ہی ہو سکتا ہے یعنی
 دونوں کی فتح ۔ حالانکہ آج یہ دونوں بہت بڑی
 بھاری اڑچنوں کے بیچ جاری ہیں اور فی الحال
 ان میں آپس کی ان بن بھی ہے ۔ خط لکھنے والے کو ہندی
 ساتھ سمیان کے ساتھ میرے تعلق سے شکایت ہے
 مجھے اس کے ساتھ اپنے اس تعلق پر فخر ہے ۔
 اب تک اس کا اس کا عمل روشن رہا ہے ۔ ہندی شہید سے
 ہندو ۔ مسلمان دونوں کا برابر کے درجے کا تعلق رہا
 ہے ۔ دونوں نے ہندی میں لکھ کر اس کے شہید
 بھنڈار کو مالدار بنایا ہے ۔ صاف ظاہر ہے کہ خط
 لکھنے والے کو یہ معلوم نہیں ہے کہ سمیان کے ساتھ
 میرے تعلق کا کیا اثر ہوا ہے ۔ سمیان نے میرے کہنے
 پر نہ صرف اپنی عقلمندی کا بلکہ دیش بھگتی اور
 فزاح دلی کا ثبوت دیتے ہوئے ہندی کی اس تشریح
 کو اپنا یا جس میں آردو بھی شامل ہے ۔ وہ پوچھتے ہیں
 کہ کیا میں کسی آردو انجمن میں شامل ہوا ہوں ؟ مجھ
 سے کسی نے کبھی اس کے لئے سنجیدگی سے کہا ہی
 نہیں ۔ اگر کوئی کہتا تو میں اس کے ساتھ بھی وہی
 شرط کرتا جو میں نے ان لوگوں سے کی جنہوں نے

مجھ سے سمیان کا سہا پتی بننے کو کہا تھا۔ میں نے اپنے
 آردو بولنے والے دوستوں سے جو مجھے بلاوا دینے
 آئے، کہا کہ وہ مجھ کو جتنا سے یہ کہنے دین کہ
 آردو کی ایسی تشریح کی جائے۔ جس میں دیوناگری
 لکھاؤ میں لکھی ہندی بھی شمار ہو۔ لیکن مجھے ایسا
 کوئی موقع ہی نہ ملا۔ مگر اب جیسا کہ میں اپنے
 پہلی فروری والے مضمون میں اشارہ کر چکا ہوں
 میں چاہتا ہوں کہ کسی ایسی مجلس یا کمیٹی کا سنگٹھن ہو
 جو اپنے ممبروں کے لئے ہندی اور آردو کا آن کی
 دونوں شکلوں اور دونوں لکھاؤوں کے ساتھ مطالعہ
 کرنے کی حمایت کرے اور اس امید کے ساتھ اس چیز
 کا پرچار کرے کہ آخر کار کسی دن یہ دونوں قدرتی
 طور پر مل کر ایک سب کے لئے آسان انتر صوبائی
 بہاشا کا چولا بن لے اور ہندوستانی کہلائی جائے۔
 اس وقت ان کی بناؤ ہندی آردو ہندوستانی کے
 بجائے ہندوستانی ہندی آردو ہوگی۔

(ہریجن سیولک - ۴۲ - ۲ - ۸)



ہندوستانی سپیکر

”اچھے کام کی پہل گھر ہی سے ہونی چاہئے۔“ جب

میں نے اس دن مرحوم جنالال جی کے دوستوں کی
 سبھا میں یہ کہا کہ جو لوگ کانگریس کی سفارش کے مطابق
 ہندوستانی کو راشٹر بھاشا مانتے ہیں ان کے لئے اردو
 سیکھنا ضروری ہے اب مجھے اور کی انگریزی کماوت
 یادائی۔ اس لئے سبواگرام سے ہی میں نے اردو کے
 پرچار کا شبہہ کام شروع کر دیا ہے اور مجھے اس کا
 بہت حوصلہ افزا اور جو شیلہ جواب ملا ہے۔ بچہ لے
 بدھ وار کو یعنی ۲۵ فروری کے دن آشرم میں اردو کی
 پڑھائی شروع ہوئی چھوٹے بڑے عورت مرد قریب
 قریب سب ہی اردو سیکھنے لگے ہیں۔ آدھ آدھ گنٹھے
 کی دو بیٹھکوں میں وہ اردو کی شبہہ مالا سیکھ چکے
 ہیں۔ اس مضمون کے چھپنے تک وہ اردو حروف اور
 ان کے لمبے وغیرہ بھی جان چکے ہوں گے۔ یعنی صرف
 تین گنٹھوں میں وہ لگ بھگ ساری حروف اور ملے
 ہوئے لفظ سیکھ چکے ہوں گے۔ ہاں آگے پڑھنے کا
 سوال ذرا ٹیڑھا ہے۔ لیکن محاورے سے یہ مشکل بھی
 حل ہو جائیگی۔ جہاں چاہ ہوتی ہے وہاں سب آسان
 معاموم ہوتا ہے۔ ہمارا اپنے دیش سے پریم اتنا زبردست
 ہونا چاہئے کہ وہ ہم میں یہ چاہ پیدا کر سکے۔

ہندوستانی بول چال

ڈاکٹر تارا چند جنہوں نے راشٹر بھاشا کے سوال کا اچھا مطالعہ کیا ہے شری کا کا صاحب کو آن کے ایک سوال کے جواب میں اپنے دو فروری والے خط میں وہ لکھتے ہیں: ”ہندوستانی اور برج دونوں بول چال کی زائین تھیں پہلے یہ جب صرف بول چال کے کام آتی تھیں تو آن کی کیا حالت تھی یہہ لہنا مشکل ہے‘ تاریخ سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بارہویں صدی میں بعد سلمان نے ایک دیون ہندی میں لکھا تھا پر اس دیوان کا ایک بھی شعر اب نہیں ملتا۔ تیرہویں صدی سے ہندی یا ہندوستانی کا پتہ لگتا ہے۔ چودھویں اور پندرہویں صدی میں ہندوستانی کا اچھا سا ہیتمہ دکھن میں تیار ہو گیا تھا۔ اس ادب کی بھاشا وہی کھڑی بولی ہے جو آج کل کی ہندی کی بنیاد ہے۔ برج بھاشا کی کوئی تحریر ۱۶ ویں صدی سے پہلے کی ابھی تک دیکھنے میں نہیں آئی۔ پر تھی راج راسومین کچھہ بد برج میں ہیں۔ لیکن اس کے لکھے گئے زمانے کے بارے میں اور خاص کر اس کے آون حصوں کے بارے میں جو برج زبان میں ہیں صحیح طور پر معلوم نہیں ہے۔ زیادہ تر لوگ انہیں سولہویں صدی کا مانتے ہیں۔ برج سے پہلے راجستھانی کا

ڈلنگل کا رواج تھا۔ راسو زیادہ تر ڈلنگل میں ہی لکھا ہوا ہے۔ برج کا سب سے پہلا کوی سورداس ہے جو سولہویں صدی کا ہے۔ ہندوستانی کا سب سے پہلا ادب مسلمانوں کا لکھا ہی ملتا ہے۔ مسلمان سادہ و سستون نے اس میں دھرم کی تشریح کی ہے، اور صوفی مٹ کے اصول بیان کئے ہیں۔ پھر کویوں نے کویتا تین لکھیں۔ مسلمانوں کا لکھا ہونے کی وجہ سے اس سادہ و سستون میں ہندی اور فارسی کے شبہ وں کا میل ہے اس کی آوازوں میں فارسی عربی کی آوازیں مثلاً ق۔ غ۔ ض مل گئی ہیں۔ یہ آوازیں برج میں نہیں ہیں لیکن موجودہ ہندی میں ہیں۔ مسلمانوں نے جس بول چال کی زبان کو اپنے کام میں لیا وہ میرٹھہ اور دلی کے آس پاس کی بولی ہے۔ وہ آج بھی دلی سے روہل کھنڈ کے بیچ کے علاقہ میں بولی جاتی ہے اس بولی کو کھڑی بولی (ہندوستانی) کہتے ہیں۔ ہندوستانی، موجودہ ہندی اور اردو ایک ہی بولی کے تین روپ ہیں۔ آج کل کی ہندی ہندوستانی کی ادبی شکل ہے جس میں سنسکرت کے شبہ آزادی کے ساتھ اور بہتات کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ اردو میں فارسی اور عربی کے شبہ اصل شکل میں بہت ملے ہوئے ہیں۔ ہندوستانی سے میرا مطلب آس ادب کی بھاشا سے ہے جس کی

بنیاد کھڑی بولی ہے پر چونہ تو صرف سنسکرت کے اصلی
شبدوں کو اپناتی ہے۔ نہ صرف عربی فارسی کے۔ بلکہ
دونوں کے شبدوں کو اپناتی ہے۔ کسی کے لکھنے کی
طراز ایسی ہے کہ جو سنسکرت کی طرف جھکتی ہے۔
کسی کی فارسی کی طرف۔ لیکن ہندستانی لکھنے والے
جہاں تک بن پڑتا ہے سنسکرت اور عربی فارسی دونوں
کے لفظوں کی بھرمار سے پرہیز کرتے ہیں۔

میرا کہنا یہ ہے کہ ہمیں نہ ہندی کو جس میں عربی
فارسی سے پرہیز اور سنسکرت سے زیادہ میل ہے اور
نہ اردو کو جس میں سنسکرت سے پرہیز اور فارسی
عربی سے میل ہے دیش کی عام بھاشا ماننا چاہئے۔ یا تو
ہندوؤں کو ہندی اور مسلمانوں کو اردو مان کر دونوں
کو ایک سادرجہ دے دینا چاہئے یا کوشش یہ کرنی
چاہئے کہ ہندستانی جو دونوں کے بیچ کی بھاشا ہے عام
بھاشا کل ہند کی بھاشا مان لی جائے۔ جب تک ہم یہ
کہتے رہیں گے کہ ہندی ہماری راشٹر بھاشا ہے تب تک
جھگڑے میں کمی نہیں ہو سکتی۔ یا تو اردو کو بھی
راشٹر بھاشا مان لیجئے یا ایسی بھاشا منظور کیجئے
جو دونوں زبانوں کی جڑ کے خزانوں سے لفظ ادھار
لے سکے۔ مجھے تو وشواس ہے کہ میرا یہ کہنا سچ
پر مبنی ہے۔ پر میں جانتا ہوں کہ وچاروں کے جھگڑے

کے سامنے سچ کی لو جھلکانے لگتی ہے اور اس کی روشنی مددہم پڑ جاتی ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس جھگڑے کی آندھی سے دیش کو بچانے میں مدد کریں۔ زبان کا سوال سماج کا اور سماج کا سوال آزادی کا سوال ہے۔ زبان کے سوال کے حال پر تھوڑا بہت آزادی کا دارومدار ضرور ہے۔ اسی سے میں دلچسپی لیتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ کی مدد کی خوش قسمتی حاصل کروں۔

(ہریجن سیوک - ۱۰ مارچ ۱۹۴۲ء)

ڈاکٹر قار اچند کیا کہتے ہیں

شری مرلی دھر - شری واسٹو ایم ایے نے "ڈاک کے تہیلے" کے لئے نیچے لکھا سوال بھیجا تھا۔ جب من میں کسی چیز کے لئے طرفداری کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے تو انسان انہاس کو بھی غلط بنانے بیٹھ جاتا ہے۔ آپ کی طرح ڈاکٹر بھی ہندوستانی کے چست حمایتی ہیں۔ انہیں اپنے وچار رکھنے کا اتنا ہی ادھیکار ہے جتنا آپ کو یا مجھے اپنے وچار رکھنے کا ہے۔ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہندوستان (کھڑی بولی) کا ساہتہ برج بھاشا کے ادب سے پرانا ہے اور اس کے آتما میں انہوں نے یہ کہہ کر کہ ۱۶ ویں صدی سے پہلے برج میں کوئی چیز لکھی ہی نہیں گئی

برج بھاشا کے اتھاس کو بہت غلط طریقے سے پیش کیا
 ہے۔ آن کے کہنے کے مطابق ۱۶ ویں صدی میں سورداس
 ہی پہلے گوی تھے۔ جنہوں نے برج میں اپنی چیزیں
 لکھیں چونکہ پچھلے ۲۹ مارچ کے ہریجن میں آپ نے
 ان ودوان ڈاکٹر صاحب کے ایک خط کا حصہ دیا ہے
 اور چونکہ ہریجن کی عزت اور آس کا پرچار دود
 تک پھیلا ہوا ہے اس لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اس
 غلطی کی طرف دھیان دلایا جائے۔ سورداس کے پہلے
 کے برج ساہیتہ کے لئے صرف کبیر کی رچنائیں ہی
 پڑھ لینا کافی ہوگا۔ امیر خسرو کی تو بات ہی کیا جن
 کی کچھ کو رچنائیں برج بھاشا میں بھی ملتی ہیں۔
 سورداس کے پہلے کے کئی سنتوں اور بھگتوں کی
 کئی ایک چھوٹی چھوٹی رچنائیں برج میں پائی
 جاتی ہیں اور وہ ہندی ادب کے کسی بھی سچے اور
 اصلی اتھاس میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ خط لیکھ کے
 اس خط کا جو حصہ اوپر کے سوال سے تعلق نہیں
 رکھتا تھا اسے میں نے نکال دیا ہے۔ یہ خط میں نے
 کا کا صاحب کا لیکر کے پاس بھیج دیا تھا انہوں
 نے اسے ڈاکٹر تارا چند کے پاس بھیجا تھا۔ ڈاکٹر
 تارا چند نے اس کا نیچے لکھا جواب بھیجا ہے جو
 اپنی کٹھا آپ کہتا ہے۔ میں نے اپنی جو رائے دی

تھی کہ برج بہاشا کا ادب سولہویں صدی سے زیادہ پرانا نہیں ہے اس کے کارن اس طرح ہیں -
 (۱) برج بہاشا ایک موجودہ زمانے کی بہاشا ہے جو تیسری پراکرت یا مڈل انڈو آراین طبقے کی مانی جاتی ہے اس طبقے کا جنم درمیانی پراکرت یا مڈل انڈو آراین سے ہوا ہے - بد قسمتی سے درمیان کے اور تیسرے حصے کے بیچ کی حالتوں کا پکے طور پر کوئی پتہ نہیں لگایا جاسکتا لیکن زیادہ تر عالم اس بات میں ایک رائے ہیں کہ درمیانی پراکرت کا زمانہ قبل از مسیح ۶۰۰ سے سن ۱۰۰۰ تک رہا -

(۲) درمیانی پراکرت کو جو ایک زمانے میں صرف بولی جاتی تھی - مہاویر اور بدھ کے ذریعے چلایا گیا - مذہبی تحریکوں کی وجہ سے ادبی ترقی کرنے کی شہ ملی - ان پرانی بہاشاؤں میں پالی کو سب سے زیادہ اہمیت ملی - کیونکہ وہ بودھوں کے پوتر دھرم گرتھوں کو لکھنے کے لئے مادھیم کی شکل میں اپنائی گئی تھی - اہمیت کے نقطہ نظر سے دوسرا نمبر اردہ مادھمی کا رہا جس میں جینیوں کے دھرم گرتھ لکھے گئے - ان کے علاوہ بھی کچھ اور پرانی بہاشائیں ان دنوں رواج میں تھیں مثلاً مہاراشٹری جس میں گیت اور کویتا لکھی جاتی تھی اور شورشینی

جس کا استعمال ناٹکوں میں استری کرداروں کی لباس کی شکل میں کیا جاتا تھا وغیرہ -

(۳) عیسوی سن کی چھٹی صدی میں آنے آنے پرانی

بہاشائیں بے جان اور مردہ بہاشائیں بن گئی تھیں سادہ تھیں تو اب بھی ان میں لکھا جاتا تھا - لیکن ان کی ترقی بند ہو چکی تھی - اسی صدی میں معمولی بول چال کی بہاشاؤں کا جن میں سے پرانے ادب کا جنم ہوا تھا -

ادبی نظر سے استعمال ہونے لگا پرانی بہاشاؤں کی اس ادبی ترقی کو ”اپ بھرنش“ کے نام سے پہچانا جاتا ہے - اس کا زمانہ عیسوی میں ۶۰۰ سے ۱۰۰۰ تک رہا - ان

اپ بھرنش بہاشاؤں میں ایک ناگر بہاشا نے اہمیت کی جگہ حاصل کی اتر ہندستان کے زیادہ تر حصوں میں اسی ناگر کی مختلف شکلیں ادبی خیالوں کے ظاہر کرنے کے ذرائع بن کر کام میں آنے لگی تھیں - لیکن ناگر اور اس کی مختلف شکلوں کے علاوہ شورسنی جیسی کچھ دوسری پرانی بہاشاؤں کے بھی اپ بھرنشوں کی ترقی ہوئی تھی (۴) ہندستان کی آجکل کی بہاشاؤں کا یا تیسری پراکرت

زبانوں کی ترقی انہیں اپ بھرنش بہاشاؤں سے ہوئی ہے - ناگر خود ایک طرح سے راجستھان اور گجراتی بہاشاؤں کی مان بنی جسے ٹیسی ٹوری نے پرانی پچھلی راجستھانی کا نام دیا ہے - شورسنی اپ بھرنش کا روپ ہم چندر

کی (سن ۱۹۱۲ء) پرانی گرامر میں ظاہر ہوا ہے۔ لیکن شورسینی اپ بھراش کا ناگر کے ساتھ کوئی تعلق طے کرنا مشکل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شورسینی اپ بھراش کی شکل میں اور بھی تبدیلیاں ہوئیں۔ اور وہ پرانی پچھمی ہندی۔ اوتھہہ۔ کاویہ ہاشا مختلف ناموں سے پکاری گئیں۔

(۵) اس ہاشا کے سامنے آنے پر درمیانی پراکرت ہاشائیں بھیج گئے ہٹ جاتی ہیں اور تیسری پرانی یا ”نیو آڈو آڈین“ ہاشاؤں کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ پرانی پچھمی ہندی جو موجودہ مدھیہ دیشون کی ہاشا کا بہت پہلا روپ ہے۔ ۱۱ ویں صدی میں پختہ شکل اختیار کرتی معلوم ہوئی ہے۔ اسی پرانی پچھمی ہندی سے آہ مدھیہ دیش کی ہندستانی (کھڑی) نکلی مدھیہ دیش کی برج نکلی اور دکن کی بندیلی نکلی۔ ۱۲ ویں صدی میں یہ سب بولیاں تھیں۔ آگے کی کچھ صدیوں میں انہوں نے ادبی شکل اختیار کی۔

(۶) ان ہاشاؤں کی ترقی کا جو مطالعہ میں نے کیا ہے

اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندستانی (کھڑی بولی) ہی وہ ہاشا تھی جس کی ادبی ہاشا کی شکل میں سب سے پہلے ترقی ہوئی جو دھوین صدی کے آخری پچیس سالوں سے طے کر اب تک ہین ہندستانی (دکنی آردو)

کا سلسلے وار اتہاس ملتا ہے۔ دوسری طرف سولہویں صدی سے پہلے کی برج بھاشا کا اتہاس بہت ہی شک پیدا کرنے والا ہے۔

(۲) آئیے سولہویں صدی سے پہلے کے لکھنے لکھے برج بھاشا سہتہ کا کچھہ وچار کیا جائے۔
(الف) پرتھوی راج راسو کا لکھنے والا چند پروائی وہ پہلا کوی ہے۔ جس نے کہا جاتا ہے کہ برج (ٹپگل) کا استعمال کیا تھا۔ یہ چند پروائی پرتھوی راج (بارہویں صدی) کے ہی زمانے کا مانا جاتا ہے۔ راسو سے متعلق ایک زوردار رائے یہ ہے کہ یہ ایک نقلی دیوان ہے۔ بوہلر۔ گوری شنکر ہیرا چند اوجھا۔ گریسن اور دوسرے عالم اس کی سچائی میں شک کرتے ہیں۔ اس کی بھاشائیں موجودہ اور غیر رواجی بھاشا کی عجیب ملاوٹ ہے اس کی کہی کہانی تواریخ کے خلاف جاتی ہے۔ اور اس کے لکھنے والے کے بارے میں بھی شک ہے۔ ان ثبوتوں کی بناء پر پنڈت رام چندر شکل اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ یہ گرتھ ادب کے یا اتہاس کے ویدارتھی کے کسی کام کا نہیں ہے۔

(ب) امیر خسرو دوسرا گرتھہ کار ہے۔ جس کے لئے دعویٰ کیا جاتا ہے۔ کہ برج کا لیکھ تھا۔ سن ۱۳۵۰ میں اس کی موت ہوئی۔ ہندی میں آسکی کویتاؤن،

ہیملیون، اور دوہون کا کوئی ہاتھ سے لکھا ہوا گزرتا ہے۔
 ثبوت میں نہیں ملا ہے۔ لاہور کے پروفیسر محمود شیرانی
 نے اس بات کو اچھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ خالق باری
 (ہندی اور فارسی شبدوں کا نظم میں کوش) جو خسرو کی
 رچنا کہی جاتی ہے۔ اس کی رچنا نہیں ہو سکتی اس
 کی ہندی کویتا کی یہاں اذیے نئے رنگ میں ہے۔ کہ
 یہاں شاستر کا ایک معمولی جان کار یہی یہ تاڑے بنا
 نہیں رہ سکتا کہ یہ ۱۳ ویں یا ۱۴ صدی کی نہیں ہو سکتی
 اس کی زیادہ تر رچنائیں بالکل آج کل کی ہندوستانی
 یا کھڑی بولی میں ہیں۔ اور کچھ پر برج کی چھاپ ہے۔
 ڈاکٹر ہدایت حسین نے خسرو کی رچناؤں کی ایک ثبوتی
 فہرست تیار کی ہے جس میں وہ اس کی کویتاؤں کو
 کوئی جگہ نہیں دیے سکے ہیں۔ کچھ ہندی لیکھکوں
 نے خسرو کے خضر خان اور دیول رانی نام کے دیوان کا
 وہ حصہ پڑھا ہے۔ جس میں ہندی کی تعریف کی گئی
 ہے۔ اس پر سے انہوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ خسرو ہندی
 کی تعریف کرنے والا اور ہندی کا کوی تھا۔ لیکن اس
 حصے کو دھیان سے پڑھنے سے یہ بالکل صاف ہو جاتا
 ہے۔ کہ وہ ان خسرو کا مطلب برج یا ہندوستانی سے نہیں
 تھا اس معمولی ثبوت کی بناء پر برج کے اتھاس کا ٹھیکہ
 خسرو سے سمبندہ جوڑنا عقل کی بات تو نہیں کہا جاسکتا۔

(ج) آگے چل کر یہہ کہا گیا ہے کہ نام دیو ، ریداس ، دھنا ، پیپا ، سین ، کبیر وغیرہ سنت اور بھگت برج کے کوی تھے ۔ ان کی بانی اور پدگرو گرنتھہ میں دیئے گئے ہیں وہ کہاں تک ثبوت میں پیش کئے جاسکتے ہیں ۔ سو یہہ ایک دن سلاجھی کتھی ہے ۔ نام دیو ایک مراٹھا سنت تھے ۔ جو ۱۳ ویں صدی میں گذرے ۔ انہوں نے ہندی میں کچھ لکھا تھا یا نہیں ۔ سو دعویٰ کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا ۔ کیونکہ گرو گرنتھہ کو اکٹھا کرنے کا کام ۱۷ ویں صدی میں شروع ہوا تھا ۔ دوسرے سنتوں اور بھگتوں کی رچناؤں کی کوئی ہاتھ سے لکھی ثبوتی چیزیں بھی نہیں مل رہی ہیں ۔ ان سنتوں اور بھگتوں میں ۱۵ ویں صدی کے کبیر ہی سب سے زیادہ مشہور ہیں ۔ گرو گرنتھہ میں ان کی بہت سی رچنائیں پائی جاتی ہیں ۔ ان کی بھاشا پر پنجابی کا زبردست اثر ہے ۔ کاشی کی ناگری پر چارنی سیہانے رائے بہادر شیام سندھ داس جی کی اکٹھی کی ہوئی کبیر کی گرنتھاوی چھاپی ہے کہا جاتا ہے کہ سنہ ۱۵۰۴ ع کے ایک ہاتھ کی لکھی کاپی کی بناء پر تیار کی گئی ۔ لیکن اس تاریخ کے ثبوت کے سمبندہ میں بھی سخت قسم کے شک اٹھانے گئے ہیں ۔ (دیکھئے ۔ ڈاکٹر پیتامبروت بڑتھوال کی لکھی ہندی کاویہ میں نرگن واد) بہر حال

اس کتاب کی بھاشا بھی گرو گرنتھ میں پائے جانے والے
 بدوں کی بھاشا سے ملتی جلتی ہے - اور بہت زیادہ
 پنجابی پن لئے ہے - کبیر نے خود کہا ہے کہ انہوں نے
 پوربی بولی کا استعمال کیا ہے اور انکی کئی ایسی رجنائیں
 ہیں - جنکی بھاشا پر راجستھان کا بہت اثر معلوم ہوتا
 ہے ایسی حالت میں کبیر کے گرنتھوں کی بھاشا کے بارے
 میں پکے طور پر کچھ کہنا مشکل ہے پنڈت رام چندر
 شکل نے اس سوال کو یہ کہہ کر حل کرنے کی کوشش
 کی ہے کہ کبیر نے اپنی ساکھیوں میں سادھو کری کا اور
 رمینی اور شبدوں میں کاویہ بھاشا یا برج کا استعمال
 کیا ہے لیکن ان کا یہہ حل شاید ہی تسلی دے ہو - کیونکہ
 اس سے کبیر کی اپنی بات غلط ہو جاتی ہے دوسرے
 ثبوتی دستاویزوں کی کمی میں اسکو ثابت کرنا بھی ممکن
 نہیں ہے -

(۸) اس طرح جتنی ہی آپ ان ادبی رجناؤں کی
 جانچ پرتال کرتے ہیں - اتنی ہی مضبوطی کے ساتھ
 آپکو اس نتیجے پر پہنچنا پڑتا ہے - کہ ان رجناؤں کی
 بھاشاؤں کے بارے میں عام طور پر لوگوں کی جو رائے
 بنی ہوئی ہے - دراصل آسکے لئے بہت کم ادھار ہے -
 کچھ دوسری باتیں بھی اس نتیجے کو ثابت کرتی ہیں -
 یہہ تو ایک جانی ہوئی بات ہے کوئی بھی بولی یا زبان

تب تک ادبی رتبہ اور عزت کو حاصل نہیں کر سکتی جب تک پیچھے کوئی مضبوط سماجی طاقت نہ ہو۔ یہ طاقت یا تو دھارمک ہو سکتی ہے یا سیاسی۔ ہالی اور اروہ ماگدھی کی جو عزت بڑھی۔ سو اس لئے کہ یہ دونوں بودہ اور جین سدھاروں کی ترجمان بنی تھیں۔ ہندوستانی نے جو ادبی درجہ حاصل کیا۔ سو اس لئے کہ اسے مسلم پرچارکوں اور بادشاہوں کا سہارا مل گیا تھا۔ راجستھانی جو ۱۴ ویں و ۱۵ ویں اور ۱۶ ویں صدیوں میں آتری ہندوستان کے ایک بڑے حصے کی ادبی زبان تھی۔ اس لئے بڑھی اور لوگوں میں پیاری ہوئی کہ اس کے پیچھے میواڑ کے بڑے بڑے سیسودیوں کی طاقت تھی۔ جب مغلوں نے میواڑ راناؤں کو ہرا دیا تو راجستھانی بھی ایک علاقائی بھاشا بدکر رہ گئی۔ اسی طرح جب ہم بھاشا کا وچار کرتے ہیں تو ہمیں ۱۶ ویں صدی تک اسکی تائید کرنے والی کسی سیاسی یا دھارمک ہانچل کا پتہ نہیں چلتا۔ برج کبھی کسی طاقت کا سیاسی مرکز نہیں رہا۔ شری ولیہا چاریہ کے برج میں آکر بسنے اور وہاں کرشن بھگتی کی مت کا پرچار شروع کرنے سے پہلے ایک دھارمک مرکز کی حیثیت سے برج کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ صاف ہے کہ ولیہا چاریہ کے اس اندولن نے برج کی بولی کو وہ بڑھاوا دیا جس سے وہ ایک ادبی بھاشا کی شکل اختیار کر سکی آتری

ہندستان میں سور داس نے اور ولہا چاریہ کے دوسرے
شاگردوں نے (اشٹھ چھاپ) برج بھاشا کے اثر کو اس
قدر بڑھایا کہ اسکا ایک روپ بہت دور بنگال میں بھی
کرشن بھگتی کو بیان کرنے کے روپ میں اپنایا گیا -

(۹) کبیر کی اور دوسرے بھگتوں کی رچنائیں -
پھر انکی اصل بھاشا کچھ ہی کیوں نہ رہی ہو - خاص
طور پر یہہ زبانی یاد کر لی جاتی تھیں اور اس طرح انکا
زبانی پرچار ہی زیادہ ہوتا تھا - جب برج کی باڑہ زور
دار بنی - تو بڑی آسانی سے انکی رچناؤں پر بھی برج
کا اثر پڑا اور ان میں برجنا آ گیا -

(۱۰) جن وجہوں سے میں یہہ مانتا ہوں کہ برج
بھاشا میں ایسا کوئی اصلی ادب نہیں ہے - جو ۱۶ ویں
صدی سے پہلے کا کہا جاسکے - وہ وجہ اوپر میں مختصر
دے چکا ہوں - لیکن اس طرح کے وچار صرف میرے
ہی نہیں ہیں - آلہ آباد یونیورسٹی کے ہندی و بھاگ
کے نگران ڈاکٹر دھیرندر ورما نے بھی جو سچ مچ ہی
ہندستان کے خاص طرف دار نہیں ہیں - ہندی ادب کے
اپنے اتہاس میں اور برج بھاشا کی گرامر میں - انہیں
خیالوں کو ظاہر کیا ہے - جو انکی ان کتابوں میں دیکھے
جاسکتے ہیں -

[ہریجن سیوک ۲۸ جون سنہ ۱۹۴۲ ع]

چند سوال اور ان کے جواب

سوال (۱) فارسی لپی کا جنم ہندوستان میں نہیں ہوا مغلوں کے راج میں یہہ ہندوستان میں آئی ۔ جیسے انگریزوں کے راج میں رومن لپی ۔ راشٹر بہاشا کے لئے ہم رومن لپی کا پرچار نہیں کرتے تو پھر فارسی لپی کا پرچار کیوں کرنا چاہئے ۔

(جواب)۔ اگر رومن لپی نے فارسی لپی کی طرح ہی گہر کیا ہوتا تو جو آپ کہتے ہیں وہی ہوتا۔ مگر رومن لپی تو صرف مٹھی بھر انگریزی پڑھے لکھے لوگوں تک محدود رہی ہے جب کہ فارسی تو کڑوروں ہندو مسلمان لکھتے ہیں ۔ آپ کو فارسی اور رومن لپی لکھنے والوں کی تعداد ڈھونڈ نکالنی چاہئے ۔

سوال (۲) اگر آپ ہندو مسلمان ایکٹا کے لئے اردو سیکھنے کو کہتے ہوں تو ہندوستان کے بہت سے مسلمان اردو نہیں جانتے ۔ بنگال کے مسلمان بنگلا بولتے ہیں ۔ اور مہاراشٹر کے مراٹھی ۔ گجرات میں بھی دیہات میں تو وہ گجراتی ہی بولتے ہیں ۔ دکن بھارت میں تامل وغیرہ بولتے ہونگے ۔ یہ سب مسلمان اپنی صوبائی بہاشاؤں سے ملتے جلتے شہدوں کو زیادہ آسانی سے سمجھ سکتے ہیں ۔ اتر بھارت کی آہام بہاشائیں سنسکرت سے نکلتی ہیں ۔ اس لئے ان میں آپس میں بہت ہی برابری ہے ۔

دکن بھارت کی بھاشاؤں میں بھی سنسکرت کے بہت
شبید آگئے ہیں۔ تو پھر ان سب بھاشاؤں کے بولنے والوں
میں عربی فارسی جیسی اجنبی بھاشاؤں کے شبیدوں کا
پرچار کون کیا جائے؟

(جواب) آپ کے سوال میں بچائی ضرور ہے۔
مگر میں آپ سے کچھ زیادہ وچار کروانا چاہتا ہوں۔
مجھے قبول کرنا چاہئے کہ فارسی لپی سیکھنے کے لئے جو
ضد میں کرتا ہوں اس میں ہندو مسلم ایکتا کا خیال رہا
ہے۔ دیوناگری اور فارسی لپی کی طرح ہندی اور اردو
کے بیچ بھی برسوں سے جھگڑا چلا آ رہا ہے۔ اس
جھگڑے نے اب زہریلی صورت اختیار کر لی ہے۔
سنہ ۱۹۳۵ء میں ہندی سہیتہ سمیلن نے انڈور میں ہندی
کی تشریح میں فارسی لپی کو جگہ دی۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں
کانگریس نے کانپور میں راشٹر بھاشا کو ہندوستانی نام
دیا۔ دونوں لپیوں کی اجازت دی گئی۔ اس لئے ہندی
اور اردو کو راشٹر بھاشا مانا گیا۔ اس سب میں ہندو
مسلم ایکتا کا خیال تو رہا ہی تھا۔ یہہ سوال میں نے
نیا نہیں اٹھایا۔ میں نے اسے ایک ایسی شکل دی
جو تعریف کے قابل ہی تھی۔ اس لئے اگر راشٹر بھاشا
کی پوری ترقی چاہیں تو ہمیں ہندی اور اردو کو
اور دیوناگری اور فارسی لپی کو ایک جیسی جگہ دینی

ہوگی ۔ آخر میں تو جسے لوگ زیادہ پچائیں گے وہی زیادہ بھلائے گی ۔ بہتیری صوبائی بہاشائیں سنسکرت سے نزدیکی سمبند رکھتی ہیں ۔ اور یہہ بھی سچ ہے کہ الگ الگ صوبوں کے مسلمان اپنے اپنے صوبے کی ہی بہاشائیں بولتے ہیں اس لئے یہہ ٹھیک ہی ہے کہ آکرے لئے دیوناگری لپی اور ہدی آسان رہے گی ۔ یہہ قدرتی فائدہ میری یوجنا سے چلا نہیں جاتا ۔ بلکہ میں یہہ کہوں گا کہ اس کے ساتھ میری اسکیم میں فارسی لپی سیکھنے کا فائدہ اور ملتا ہے ۔ آپ اس کو بوجہ مانتے ہیں ۔ فائدہ ماننا یا بوجہ یہہ تو سیکھنے والے کی طبیعت پر منحصر ہے ۔ اگر آرم میں امنڈتا ہوا دیش پریم ہوگا تو وہ فارسی لپی اور آردو بہاشا کو اپنے لئے کبھی غیر نہ سمجھے گا ۔ اور زبردستی کی تو میری اسکیم میں جگہ ہی نہیں ہے جو اس میں فائدہ سمجھے گا وہی دونوں لپی اور دونوں بہاشا سیکھے گا ۔

سوال (۳) ہندستان کا بہت بڑا حصہ ناگری لپی جانتا ہے کیونکہ بہت سی صوبائی بہاشاؤں کی لپی ناگری سے ملتی جلتی ہے ۔ پنجاب ، سندھ اور سرحد صوبوں میں ناگری کا پرچار کم ہے کیا یہہ لوگ آسانی سے ناگری سیکھ نہیں سکتے ؟ ۔

(جواب) اس کا جواب اوپر دیا جاچکا ہے ۔ سرحدی

صوبے والوں کو اور دوسروں کو دیوناگری تو سیکھنی ہی ہوگی ۔

سوال (۴) بہاشا زیادہ تر تو بولنے کے لئے ہے ۔ بولنے اور بات چیت کرنے کے لئے لپی کی ضرورت نہیں۔ لپی بہت قیمتی چیز ہے ۔ اگر راشٹر بہاشا ماتری بہاشا کی لپی کے ذریعہ سکھائی جائے تو کیا وہ زیادہ آسانی سے انہیں سکھی جاسکتی؟ اگر ایسا کیا جائے تو راشٹری خیال سے اس میں کیا نقصان ہے؟ ۔

(جواب) آپ کا کہنا سچ ہے ۔ میں مانتا ہوں کہ اگر ہندی اور اردو صوبائی بہاشاؤں کے ذریعہ ہی سکھائی جائیں تو وہ آسانی سے سکھی جاسکتی ہیں ۔ میں جانتا ہوں کہ اس قسم کی کوشش دکن کے صوبوں میں ہو رہی ہے ۔ پر وہ کامیاب نہیں ہو رہی ۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی ساری مخالفت اس اصول کی بنا پر ہے کہ لپی کی تعلیم بوجہ کی شکل میں ہے ۔ میں لپی کی تعلیم کو اتنا مشکل نہیں مانتا لیکن صوبائی لپی کے ذریعے راشٹر بہاشا کا پرچار کیا جائے تو اس میں میری کوئی مخالفت ہو ہی نہیں سکتی ۔ جہاں لوگوں میں شوق ہوگا وہاں بہت طریقے نکل آتے ہیں ۔

سوال (۵) اگر ہم مان بھی لیں ۔ کہ جب تک پنجاب، سندھ اور سرحدی صوبے کے لوگ ناگری نہیں سیکھ

لیتے تب تک اُن کے ساتھ ملنے جلنے کے لئے اُردو جاننے کی ضرورت ہے تو اس کے لئے کچھ لوگ اُردو سیکھ لیں۔ مثلاً پرچارک لوگ۔ سارے ہندستان کو اُردو سیکھنے کی کیا ضرورت ہے؟۔

(جواب) سارے ہندستان کے سیکھنے کا یہاں سوال ہی نہیں۔ میں مانتا ہی نہیں کہ سارا ہندستان راشٹر بھاشا سیکھے گا۔ ہاں جنہیں راشٹر میں گہو منا پھرتا ہے اور سیوا کرنی ہوتی ہے اُن کے لئے یہ سوال ضرور ہے۔ اگر آپ یہ منظور کر لیں کہ دو بھاشا اور دو لپی سیکھنے سے سیوا کی طاقت بڑھتی ہے تو آپ کی مخالفت اور آپ کا یہ وہم مٹ جائیگا۔

سوال (۶) آج کل راشٹر بھاشا ناگری اور فارسی دولیپون میں اکھی جاتی ہے۔ جس لپی میں سیکھنا ہو۔ ہر ایک شخص کو لازمی طور پر دونوں لیپان سیکھنی ہی چاہئیں۔ یہ ضد کیون کی جاتی ہے۔

(جواب) اس کا بھی ایک ہی جواب ہے۔ میری ضد کے باوجود صرف وہی لوگ اسے منظور کریں گے جو اس میں فائدہ دیکھیں گے۔ جو لوگ ایک ہی بھاشا اور ایک ہی لپی کو کافی سمجھیں گے وہ میرے خیال میں آدھی راشٹر بھاشا جانتے والے کہلا لیں گے۔ جنہیں پورا سرٹیفیکٹ چاہئے وہ دونوں لیپان اور دونوں

بھاشائیں سیکھیں گے۔ اس سے تو آپ بھی انکار نہ کریں گے کہ دیش مین ایسے لوگوں کی بھی کافی تعداد میں ضرورت ہے۔ اگر ان کی تعداد بڑھتی نہ رہی تو ہندی اور اردو کا ملاپ نہ ہو پائے گا۔ اور نہ کانگریس کی تشریح والی ایک ہندوستانی بھاشا کبھی تیار ہو سکے گی۔ ایک ایسی بھاشا کے بڑھنے کی تو ہمیشہ خواہش ہے جسکی مدد سے ہندو اور مسلمان دونوں ایک دوسرے کی بات آسانی سے سمجھ سکیں۔ ایسا سمپنا تو ہم میں سے بہت دیکھ رہے ہیں۔ کسی دن وہ سچا بھی ثابت ہو گا۔

سوال (۷) ہندی نہ بولنے والے صوبوں کے لوگوں کے لئے جو راشٹر بھاشا نہیں جانتے ایک ساتھ دو لپیوں میں راشٹر سیکھنا کیا ضرورت سے زیادہ بوجھل نہ ہو گا؟

ماہارے ایک لپی کے ذریعے وہ اچھی طرح سیکھ لے جائے تو پھر دوسری لپی تو بڑی آسانی سے سیکھ لے جاسکے گی (جواب) اس کا پتہ تو تجربے سے لگے گا۔ میں مانتا ہوں کہ جو کوئی ایک بھی لپی نہیں جانتا وہ دونوں لپیاں ایک ساتھ نہیں سیکھے گا۔ وہ آزاد رائے سے پہلی یا دوسری لپی پہلے سیکھے گا۔ اور بعد میں دوسری۔ شروع کی پڑھنے والی کتابوں میں شہد دونوں لک لک بہک ایک ہی ہوں گے۔ میرے خیال میں یہ

سنکم ابلکہ بہاری اور ضروری کام ہے ۔ یہ راشٹر کو طاقت دینے والا ثابت ہو گا ۔ اور کانگریس کے ٹھراؤ کو عملی جامعہ پہنچانے میں اس کا بہت بڑا حصہ رہے گا اس لئے مجھے امید ہے کہ لا کھوں سیوک اور سیوکائیں اس اسکیم کا سواکت کریں گی ۔

سوال (۸) بہاشا کی شکل میں دیش اور زمانے کی حالت کے مطابق تبدیلیاں ہوتی ہی رہیں گی اسے کوئی روک نہیں سکتا ۔ اس سے راشٹر بہاشا میں و دیسی بہاشا کے جو بہت سے شبہ آگئے ہیں اور پکے ہو گئے ہیں وہ اب نکالے نہیں جاسکتے ۔ لیکن پہلے سے راشٹر بہاشا کی لپی تواناگری ہی چلی آتی ہے ۔ بیچ میں مغل راج کے وقت فارسی لپی آگئی اب مغلوں کا راج نہیں ہے ۔ اس لئے اسی طرح گجراتی اور مراٹھی میں بہت سے عربی اور انگریزی شبہ ہوتے ہوئے ان بہاشاؤں نے اپنی لپی نہیں چھوڑی ۔ اسی طرح راشٹر بہاشا بھی و دیسی شبہوں کو قائم رکھتے ہوئے اپنی روایتی ناگری لپی کو ہی کیوں نہ اپنائے رہے ۔

(جواب) یہاں روایتی چیز کو چھوڑنے کی نہیں بلکہ اس میں کچھ اضافہ کرنے کی بات ہے ۔ اگر میں سنسکرت جانتا ہوں اور ساتھ ہی فارسی عربی بھی سمجھتا ہوں تو اس میں برائی کیا ہے ۔ ممکن ہے کہ اس سے

لہ سنسکرت کو طاقت ملے نہ عربی کو۔ پھر بھی عربی سے میری واقفیت تو بڑھیگی نا۔ کیا علم جیسی اچھی چیز کے پڑھنے سے بھی کبھی حسد کیا جاسکتا ہے۔

سوال (۹) بھارتی بھاشاؤں کے تلفظ کو بیان کرنے کی سب سے زیادہ قابلیت ناگری لپی میں ہے اور آج کل کی فارسی لپی اس کام کے لئے بہت ہی نقصان دہ ہے۔ کیا یہ سچ نہیں؟

(جواب) آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ لیکن آپ کی مخالفت میں اس سوال کے لئے جگہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز یہاں ہے اس کی تو مخالفت ہے بھی نہیں۔ اسے تو ترقی دینے کی بات ہے۔

سوال (۱۰) راشٹر بھاشا کی ضرورت کیا ہے۔ کیا ایک ماتری بھاشا اور ایک دوسری انگریزی بھاشا کافی نہ ہوگی ان دونوں بھاشاؤں کے لئے ایک رومن لپی ہو تو کیا برا ہے۔

(جواب) آپ کا یہ سوال حیرانی میں ڈالنے والا ہے۔ انگریزی تو جنگ بھاشا ہے ہی۔ مگر کیا وہ ہندوستان کی راشٹر بھاشا بن سکتی ہے۔ راشٹر بھاشا تو لاکھوں لوگوں کو جانی چاہئے۔ وہ انگریزی بھاشا کا بوجھ کیسے اٹھا سکیں گے۔ ہندوستانی فطرت کے مطابق ہماری راشٹر بھاشا ہے کیونکہ وہ لگ بھگ ۲۱ کڑور کی ماتری بھاشا ہے۔

ممکن ہے کہ ۲۱ کڑور کی اس بھاشا کو باقی کے زیادہ تر لوگ آسانی سے سمجھ سکیں۔ لیکن انگریزی تو ایک لاکھ کی بھی ماتری بھاشا شائد ہی کہی جاسکے۔ اگر ہندستان کو ایک راشٹر بنتا ہے۔ یا وہ ایک راشٹر ہے تو ہمیں ایک راشٹر بھاشا تو ضرور چاہئے اس لئے میرے خیال سے انگریزی جگت بھاشا کی شکل میں ہی رہے۔ اور عزت پائے۔ اسی طرح رومن لپی بھی جگت لپی کی شکل میں رہے اور عزت پائے۔ مگر ہندستان کی راشٹر بھاشا کی لپی کے روپ میں کبھی ایسا نہ ہوگا۔

(ہریجن سیوک ۲۶ اپریل ۴۲ ع)

ہندستانی پرچار سبھا

جس ہندستانی پرچار سبھا کا ذکر میں نے ہریجن سیوک میں کیا تھا۔ وہ اب بنتے جارہی ہے۔ اس کا کچا ڈھانچا بن گیا ہے۔ وہ کچھ دوستوں کے پاس بھیجا گیا ہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں سبھا کی سکیم وغیرہ جنتا کے سامنے رکھی جائے گی۔ بعض لوگوں کا یہ خیال بن گیا ہے کہ یہ سبھا ہندی ساہیتہ سمیان کی مخالف ہوگی۔ جس سمیان کے ساتھ ۱۹۱۸ ع سے میرا تعلق بنا ہوا ہے۔ اس کی مخالفت میں جان بوجہ کر کیسے کر سکتا ہوں۔ مخالفت کرنے کا کوئی مضبوط سبب بھی تو

ہونا چاہئے ۔ لیکن ویسا کچھ ہے نہیں ہاں یہہ صحیح ہے ۔ کہ اردو کے بارے میں ۔ میں سمیان کے چند ممبروں سے اگے جاتا ہوں وہ مانتے ہیں میں پیچھے جا رہا ہوں ۔ اس کا فیصلہ تو وقت ہی کرے گا ۔ یہہ صاف کرنے کے لئے کہ سمیان کے لئے میرے من میں کوئی مخالفت کا خیال نہیں ہے ۔ میں بے شری پرشو تم داس لٹنڈن سے چٹھی پتری کی تھی ۔ جس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ سمیان نے نیچے لکھا فیصلہ کیا ہے ۔

ہندی ساہیتہ سمیان شروع سے ہی ہندی کو راشٹر بھاشا مانتا آیا ۔ اور مانتا ہے اردو ہندی سے پیدا ہوئی عربی فارسی ملی ایک خاص ادبی شکل ہے ۔ سمیان ہندی کا پرچار کرنا ہے اس کا اردو سے بیر نہیں ہے ۔ اس کمیٹی کے وچار میں مہاتما گاندھی کی بنائی ہندستانی پرچار سبھا کے ممبر ہندی ساہیتہ سمیان اور اس کی نائب کمیٹیوں کے ممبر رہ سکتے ہیں لیکن بیوہ اربھارک نقطہ نظر سے موزوں یہہ ہوگا ۔ کہ راشٹر بھاشا پرچار سمیتی کے عہدے دار نیچے ٹھہرائی گئی ۔ ہندستانی پرچار سبھا کے عہدے دار نہ ہوں ۔ میں اس سے زیادہ فراخ دلی کی آشا نہیں کر سکتا تھا میری یہہ رائے رہی ہے اور اب بھی ہے کہ اگر عہدے دار ایک ہی رہ سکتے تو جھگڑے کا سوال

ہی نہ اٹھ پاتا اس میں کچھہ اٹھ سکتا ہے۔ لیکن دونوں طرف سے سمجھوتہ کی خواہش ہوگی تو باہر جھگڑا ہو ہی نہیں سکتا ہندوستانی پرچار سبھا کی کامیابی سے راشٹر بھاشا کا سوال سیاسی میدان سے باہر نکل آئے گا سیاست سے تو اس کا کبھی سمبندہ ہونا ہی نہ چاہئے تھا۔

سیوا گرام ۲۲ اپریل ۴۲ ع م۔ ک۔ گاندھی

مہاتما جی اور راجندر بابو

دونوں کا یہ بیان ۲۰ مئی ۱۹۴۲ کو شائع ہوا ہے۔
 ”لوگوں میں راشٹر بھاشا کو پھیلانے کا کام کرنے سے
 یہ بہتہ چلا ہے۔ کہ جس بھاشا کو کانگریس نے
 ہندوستانی کا نام دیا ہے وہ ملی جلی اردو
 ہندی کا اسان روپ ہے۔ یہی زبان ہے
 جو اتر ہندوستان میں بولی اور سمجھی
 جاتی ہے۔ اور ہندوستان کے دوسرے حصوں
 میں بھی لوگ اسے بہت کچھ سمجھتے
 اور برتتے ہیں۔“

اسی کے ادبی روپ ہندی اور اردو ایک دوسرے سے
 دور ہونے چاہے جارہے ہیں۔ ضرورت اس بات

کی ہے کہ ان دونوں روپوں کو بھی ایک دوسرے کے نزدیک لایا جائے۔ اور دیش کے آن حصوں میں جہاں دوسری زبانیں بولی جاتی ہیں ہندستانی کو راشٹر بھاشا کے طور پر پھیلایا جائے۔ اس لئے ہم ایک ایسی سبھا بنانا چاہتے ہیں جو آسان ہندی اور آسان اردو دونوں کا ساتھ ساتھ پرچار کرے اور جس کا ہر ممبر ہندستانی کی ان دونوں شکلوں اور لپیوں کو جانے اور ضرورت کے وقت استعمال کر سکے اس سے ایک تو یہ ہوگا کہ سارے دیش میں ایک آسان اور صاف زبان چل جائے گی۔ اور دوسرے ہوتے ہوتے اسی آسان زبان میں ایسا ادب یا ساہتہ پیدا ہونے لگے گا جس میں اونچے خیالوں اور بہاؤوں کو بھی ظاہر کیا جاسکے گا۔ اس کام کو پورا کرنے کے لئے ہم لوگ ہندستانی پرچار سبھا کے نام سے آج ۳ مئی ۱۹۴۲ ع کو ایک سبھا بناتے ہیں۔

ہندسی اردو

ہندستانی پرچار سبھا نے اپنا کام زوروں سے شروع کر دیا ہے۔ وہ صرف ایسے کام کرنے والے لوگوں کی ٹولی ہے۔ جو سبھا کے آدرش کو دل سے مانتے ہیں آدرش یہ ہے کہ ہندستان کی راشٹر بھاشا انگریزی نہیں بلکہ ہندستانی ہے یعنی ہندی۔ اردو۔ شری پرشوتم

داس ٹنڈن جو ہندی سہیتہ سمیلن کی آتما ہیں ہندستان کے
بارے میں کانگریس رائے کے بنانے والے تھے
انہوں ہی نے مجھ پر یہ بات اذیتہ کی
طرح کھول دی کہ ہندوستانی کے معنی
اس وقت ہندی اردو ہونے چاہیں۔

جو شخص بھی کانگریس کے جاسوں میں شریک ہوتا ہے۔
وہ اس بات کو محسوس کرتا ہے۔ کہ اس لئے جب
کانگریسی ہندی میں بولتے ہیں تو اردو بولنے والے
آن کی بات (اگر کچھ سمجھتے بھی ہیں تو) پوری طرح
نہیں سمجھ سکتے۔ اور یہی صورت اردو میں بولنے
والوں کی ہوتی ہے اس لئے اگر آپ چاہتے ہیں
کہ سب آپ کی بات سمجھیں تو آپ کو ان
دونوں زبانوں کو ملا جلا بولنا ہوگا جس
طرح کہ مین نے مالوی جی اور بابو بھگوان
داس کو بولتے سنا ہے۔ لہذا ہندستان کے دیش
بھگتوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ ہندستانی زبان کو
دونوں صورتوں میں بولیں کسی شخص کے بارے میں
یہ نہ کہا جائے کہ وہ ہندستانی زبان بولتا ہے جب تک
کہ وہ اسکی دونوں صورتوں سے پوری طرح واقف نہ
ہو۔ اسی لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دونوں

لکھاؤٹیں جانتے ہوں اس ضرورت کو جو میجرس کی جاتی ہے۔ پورا کرنے ہی کے لئے ہندوستانی پرچار سبھا قائم کی گئی ہے اسکے بنانے والے ہندی ساہیتہ سمیان میں بھی شریک ہیں۔ لیکن ان صاحبوں کی یہہ اچھا محض ہندی کے پرچار سے پوری نہ ہوتی تھی۔ اس لئے سمیان کی منظوری سے اونہوں نے ہندوستانی پرچار سبھا بنائی بس تو سبھا کا پہلا کام یہی ہونا چاہئے کہ وہ تمام ہندی جانتے والوں کو اردو کی طرف رجھائے اور ان کے لئے اسانیاں پیدا کرے اسی کے لئے میں انجمن ترقی اردو کے سکریٹری مولانا عبدالحق صاحب سے مدد اور رہنمائی کے متعلق لکھت پڑھت کر رہا ہوں۔ سبھا کی کونسل نے فیصلہ کیا ہے کہ اردو زبان کا پہلا امتحان ۲۲ نومبر کو شروع کرے..... کسی زبان کا بھی علم ہر وقت خیالات کو مالا مال کرتا ہے۔ اور ہر شخص کو اس قابل بناتا ہے کہ وہ ان لوگوں سے گہرا لگاؤ پیدا کر سکے جو اس زبان کے بولنے والے ہیں۔ ایسے شخص کے لئے جو صرف ہندی ہی جانتا ہو اردو سے جانکاری اور ایسے شخص کے لئے جو صرف اردو جانتا ہو ہندی سے واقفیت کس قدر انمول ہو سکتی ہے اگر زندہ ہندوستانی زبان جنم لینے والی ہے تو وہ بس ان ہی دوزبانوں کے قدرتی اور خوشگوار میل سے پیدا

ہو سکتی ہے ۔ یہہ میل ناممکن ہے جب تک کہ لوگوں کی ایک بڑی تعداد دونوں زبانوں سے جو آپس میں ہمہن ہین پوری طرح واقف نہ ہوں ۔

”آر دو امتحانات“

(ہریجن - ۲ اگست ۳۲ ع)

ہندستانی پرچار

اب تک گجرات میں ہندستانی کے پرچار کا کام کا صاحب کے ذریعہ میری صلاح لیکر تیار کی ہوئی اہکیم کے مطابق ، بھائی امرت لال نا ناوٹی چلا رہے ہیں اور ہندی پرچار کا دوسرا کام ہندی ساعیہ سمیان کی طرف سے بنی ہوئی واردہا کی راشٹر بھاشا ۔ پرچار سمیتی کرتی ہے ۔ یہہ دونوں کام راشٹر بھاشا کے پرچار کے لئے مانے جاتے ہیں ۔ ہندستانی پرچار سبھا کا تو میں بنانے والا کہا جاؤنگا ۔ سنہ ۱۹۲۴ ع میں کانپور کی کانگریس نے ہندستانی کے بارے میں پرستار پاس کیا ۔ لیکن اس پر عمل کرنے کے لئے ضروری ترکیبین نہیں ہوتی گئیں ۔ اس لئے سنہ ۱۹۳۲ ع کی دوسری مئی کو ہندستانی کے پرچار کے لئے واردہا میں ہندستانی پرچار سبھا قائم ہوئی ۔ سبھا نے ہندستانی کی تشریح اس طرح کی ہے ۔ ہندستانی وہ بھاشا ہے ۔ جسے اتر ہندستان کے شہروں اور گاؤں

کے ہندو۔ مسلمان و غیرہ سب لوگ بولتے ہیں۔ اور آپس کے کاروبار میں برکتے ہیں۔ اور جسے ناگری اور فارسی دونوں لکھاؤں میں لکھا پڑھا جاتا ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ سبھا کا کام جمایا جائے۔ کانگریس کے اگست پرستار کے واسطے میں سرکار نے بہتوں کو جیل کے اندر بند کر دیا۔ ان میں سبھا کے بڑے بڑے سنسٹھائیک بھی تھے۔ شری ناٹوٹی دھر تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ ہندستانی پرچار کا کام انہیں شروع کر دینا چاہئے۔ مین مانتا ہوں کہ اس کام کو ہاتھ میں لیکر انہوں نے دیش کی سیوا کی ہے۔ ہندی اور آردو ایک ہی راشٹر بھاشا کی دو ادبی طرز بن ہیں۔ یہ دونوں آج تو ایک دوسری سے دور ہوتی جا رہی ہیں۔ راشٹر بھاشا ہندستان کے خیال سے ان دونوں کو ایک دوسری کے نزدیک لانا ضروری ہے۔ دونوں لیپوں اور کی جانکاری کے بنا یہ ممکن نہیں ہندو مسلم جھگڑا بھاشا میں بھی آٹھا ہے۔ مجھے بچپن ہی سے ہندو مسلم ایکتا کی دھن رہی ہے بھاشا میں گھسے ہوئے جھگڑے کو مٹانے کے لئے بھی دونوں لیپوں اور شیلیوں کا علم ضروری ہے اگر کانگریس کا کام انگریزی کے بنا چلانا ہو۔ اور چلا ہی چاہئے۔ تو بھی ہر ایک کانگریسی کا دھرم ہے کہ وہ دونوں شیلیوں اور لیپوں کی جانکاری

حاصل کرتے۔ اس سے ہندی۔ آردو ایک دوسری میں شامل ہو جائیگی۔ اور اس طرح جو بھاشا پہیلے گی وہ قدرتی ہندستانی ہوگی۔ یہہ پوچھا گیا ہے۔ کہ دونوں شیلی اور دونوں لپی سیکھنے کی لگن ہندو مسلمان دونوں کو ہونی چاہئے۔ یا ایک ہی کو۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس سوال کی جڑ میں غلط فہمی ہے۔ جو بھائی بہن بھاشا کے علم کو بڑھائینگے۔ وہ اس سے کچھہ پائینگے۔ جو نہیں بڑھائینگے وہ کھوئینگے۔ پھر جنہیں ایکتا پیاری ہے وہ تو زیادہ محنت کر کے بھی دونوں کو سیکھینگے یہہ بھی یاد رہے۔ کہ پنجاب وغیرہ صوبوں یا علاقوں میں ہندو مسلمان وغیرہ سب کوئی آردو ہی جانتے ہیں۔ ہر ایک دیش پریمی کا دھرم ہے۔ کہ وہ ان سب تک پہنچے ہندستان کی طرح لمبے چوڑے ملک میں تو ہم جتنی ہی بھاشائیں سیکھتے ہیں۔ اتنے ہی دیش سیوا کے لئے زیادہ لائق بنتے ہیں۔ یہہ دونوں شیلیان صرف سیوک یا کانگریسی ہی سیکھیں یا سب کوئی۔ میرا جواب ہے کہ تمام ہندستانیوں کو کانگریسی ہونا چاہئے یعنی سبکو دونوں لپی اور شیلی سیکھنی چاہئے۔ دراصل تو یہہ سوال ہی غیر موزوں ہے کیونکہ رائٹر بھاشا سیکھنے کا شوق بہت ہی کم بھائی بہنوں میں پایا گیا ہے۔ کوئی وجہ نہیں۔ کہ ہزار دو ہزار یا لاکھہ دو لاکھہ لوگوں کے امتحانوں میں شامل ہونے

سے ہم بھول جائیں۔ صرف ہندی یا صرف اردو سیکھنے والے بھی جتنے ہم چاہتے ہیں اتنے ہندی یا اردو نہ جاننے والے علاقوں میں نہیں ملے۔ کیا یہہ کافی نہ ہوگا کہ جسے اردو سیکھنا ہو انجمنوں سے سیکھے۔ اور ہندی سیکھنا ہو۔ وہ ہندی سہایتہ سمیان سے سیکھے۔ ہاں یہہ کافی نہیں ہے۔ اسی لئے تو کانگریس کو ٹہیرنا پڑا اور ہندستانی پر چار سبھا کی ضرورت پیدا ہوئی۔ دونوں کے میدان میرے خیال سے تنگ یا محدود ہیں۔ میں یہہ ضرور چاہوں گا۔ کہ دونوں بہنیں ایک دوسرے کو اپنا لیں۔ جب وہ مبارک دن آئے گا۔ تب ہندستانی پر چار سبھا کا کام ختم مانا جائیگا۔ جب تک یہہ حالت پیدا نہیں ہوتی ہندستانی پر چار سبھا کو اپنا فرض ادا کرنا ہی ہے۔ میں یہہ آمید ضرور رکھوں گا کہ دونوں بہنیں اس میل کرنے والی بہن کو نہ صرف نباہ لیں۔ بلکہ اس کا سوا گت بھی کریں۔

(سیوا گرام - ۲۷ نومبر سنہ ۱۹۴۳ ع)

سوال جواب

(واردھا کیٹی کے منتری شری بہدانت آنند کو سالیان نے ۸ نومبر کو لکھ کر یہہ سوال پوچھا ہے۔ اور گاندھی جی نے لکھ کر جواب دئے)۔

سوال (۱) سنہ ۱۹۴۲ ع میں جس وقت ہندوستانی پر چار سبھا قائم ہوئی تھی ایسا لگتا ہے کہ اس وقت آپ کی مرضی اور کوشش تھی کہ جو لوگ ہندوستانی سبھا کے ممبر ہوں وہ راشٹر بھاشا کی دونوں شیلیاں اور لیپان ضروری طور پر سیکھیں کیا آج بھی آپ صرف ممبروں سے ہی اس علم کی امید رکھتے ہیں۔ یا چاہتے ہیں کہ دیش کے سب ہی بچتے بوڑھے دونوں۔ شیلیاں اور لیپان ضرور ہی سیکھیں۔

جواب (۱) ظاہر ہے کہ سبھا کے ممبر کے لئے کم سے کم وہی قید ہو۔ جو آپ نے بتائی ہے سبھا کا مقصد تو ودھان سے صاف ظاہر ہے۔ میری خواہش ضرور ہے کہ سب ہندوستانی دونوں لیپ سیکھیں۔ اور ایسی بھاشا بولیں جس کو دونوں ہندو مسلم سمجھ سکیں۔

سوال (۲) ہندوستانی پر چار سبھا کے پروگرام کے بارے میں کچھ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ اس کا مقصد صرف دونوں شیلیوں کا پرچار کرنا ہی ہے۔ لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں دونوں طرزوں کے پرچار کے علاوہ ایک تیسری شیلی۔ جو نہ آردو کہلائیگی۔ نہ ہندی بلکہ ہندوستانی۔ اس کا بھی پرچار کرنا بھی ہے سنہ ۱۹۴۲ ع میں آپکا کہنا تھا کہ ہندوستانی شکل کی سرسوتی تو ظاہر ہی نہیں ہوئی۔ کیا آج اس وقت سے کچھ مختلف حالت

ہے - اگر آج بھی وہ چابی ہوئی ہے - تو ہندوستانی
پر چار سبھا پر چار کس چیز کا کریگی -

(جواب (۲) ہندی اردو شیلی گنگا جہنا
ہیں - ہندوستانی سرسوتی ہے - وہ چھٹی
ہوتی بھی ہے اور ظاہر بھی - سبھائی کوشش
دیہہ ہونی چاہئے کہ اوسے پوری طرح ظاہر
کرے -

سوال (۳) ہندی ساہتیہ سمیان کی طرف سے بہت سی
سنستھائیں دیوناگری لپی اور ہندی کا پڑ چار کر رہی ہیں -
انجمن ترقی اردو فارسی لپی اور اردو کا - کیا ہندوستانی
سبھا ان دونوں سنستھاؤں کے کام کو ایک ساتھ ملا کر
کرنے والی صرف تیسری سبھا ہوگی - یا ان کے کام کے
علاوہ کوئی دونوں سنستھاؤں کے کام کو پورا کرنے
والی سنستھا ہوگی - یا دونوں کے کام کو فضول کر کے
اپنی ہی تیسرا کام چلانے والی سنستھا بنے گی -

جواب (۳) ہندوستانی پر چار سبھا دونوں کے کام کو
پورا کرے گی - دونوں سے مدد مانگے گی لیکن اس
سبھا کا کام دونوں سے مختلف ہوگا - اور سمجھیں تو ملتا
جلتا بھی وہ اگر دونوں کے کام کو ضائع کرے - تو
خود ضائع ہو جائیگی - سنگم کے بغیر سرسوتی کیسی -

سوال (۴) کیا دکھن بھارت اور دوسرے ہندی نہ جاننے والے صوبوں کے لئے ہندوستانی پرچار سبھا کی نیٹی اور پروگرام وہی رہے گا - جو دوسرے صوبوں کے لئے - یعنی دونوں لیپون اور شیلون کا ضروری پرچار - جواب (۴) اس سبھا کا کام تو سارے دیش کے لئے ہوگا - ہونا چاہئے - صوبے صوبے کے فرق کے لئے طریقہ میں فرق آسکتا ہے -

سوال (۵) کیا دکھنی بھارت اور دوسرے ہندی نہ جاننے والے صوبوں میں بچھلے کئی سالوں سے راشٹر بھاشا پرچار کا جو کام چل رہا ہے - ہندوستانی پرچار سبھا کے اس نئی رجحان سے اس کام کو ویسے ہی چالو رکھنے میں کوئی رکاوٹ تو پیدا نہ ہوگی - جواب (۵) رکاوٹ ہوئی نہیں چاہئے - اگر دونوں ملکر کام کریں -

یہ تین تقریریں گاندھی جی نے سبھا بیتی کی حیثیت سے کی تھیں - (تاریخ ۹ نومبر سنہ ۱۹۴۴ ع

کل بھارتی پرچار سہیلن

(۱) مکھیہ استاد شری شری من نارائن کی دعوت سے آپ لوگ یہاں جمع ہوئے ہیں - اس سے میں خوش ہوتا ہوں - ڈاکٹر عیدالحق صاحب آج ہی آنے والے تھے -

آمید ہے کہ کل ضرور آجائینگے آن کی مدد ہندوستانی
 پر چار سبھا اور میں لینا چاہتا ہوں - اسی طرح شری
 ٹنڈن جی آنے والے تھے اور میں خوش ہو رہا تھا کہ وہ
 آئینگے۔ بھائی شری من نارائن نے آن کو تار بھی دیا تھا -
 دکھ ہے کہ وہ بیمار پڑ گئے ہیں - اور اس وجہ سے نہیں
 آسکتے ہیں - ہم آمید کریں کہ وہ جلدی اچھے ہو جائینگے -
 آپکے سامنے کام ایک طرح سے چھوٹا ہے - اور دوسری
 طرح اتنا ہی بڑا ہے جتنا چھوٹا - ہمیں جو کرنا ہے -
 وہ چھوٹا ہے - لیکن سچ کے حساب سے بہت بڑا ہے -
 ڈاکٹر تارا چند ہمیں کہتے ہیں کہ اصل میں جسے ہم بہت
 ناموں سے آج پکارتے ہیں - وہ ایک ہی بھاشا تھی -
 جو آتر میں ہندو مسلمان بولتے تھے - دکھ ہے
 کہ جو ایک قہرے وہ دو ہو گئے ہیں اور اُن
 کی بھاشا ابھی دو جیسی ہو گئی ہے یا ہو رہی
 ہے - ہندی اور آردو - ٹنڈن جی کی محنت سے کانگریس
 نے کان پور میں ایسی بھاشا کو جو دونوں بول سکیں
 ”ہندوستانی“ نام دیا اور لیپان دو رکھیں ناگری اور آردو -
 لیکن کانگریس اپنی ٹھہراؤ کے مطابق کام نہ کرسکی
 اسکام کو جھنا لال جی کی کوشش سے اس سبھا نے
 سنہ ۱۹۴۲ ع میں آٹھا تو لیا - پر جھنا لال جی چل دئے -
 سنہ ۱۹۴۲ ع میں کانگریس کے نیتا لوگ گرفتار ہو گئے -

آن میں - میں بھی تھا بیماری کی بناء پر میں چھوٹا - بیماری میں بھی میں نے - بھائی ناناوٹی جی کا ہندستانی کے بارے میں کام دیکھا - مجھے خوشی ہوئی اور میں نے پایا کہ اُس کام میں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے جو ایک بھاشا پہلے دونوں بولتے تھے - وہ آج کیوں ایک بن نہیں سکتی - میں نہیں جانتا آتر میں ہندو مسلمان ایک نسل ہیں - جو ایک بولی بولتے تھے اور لکھتے تھے - ہندی اردو الگ بنانے میں جو محنت پڑتی ہے - اُس سے ادھی بھی پرانی بولی کو زندہ کرنے میں نہیں پڑنی چاہئے - آتر کے دیہاتوں میں رہنے والے ہندو مسلمان ایک ہی بولی بولتے ہیں اور لکھتے بھی ہیں - اپنی بہہ محنت ہم کیسے کامیاب بنا سکتے ہیں - اس کا وچار کرنا آپ کا کام ہے اور اس وچار کے مطابق کام کرنا ہندستانی پر چار سبھا کا کام ہے - مجھے افسوس ہے کہ میں کمزوری کی وجہ سے دن کے وقت جہاں تک ہو سکے - خاموش رہتا ہوں - ان تین مہینوں میں شاید تین بار دن میں بولنا پڑا تھا - آج تو سوموار کا ہی دن ہے - لیکن مجھے اُمید ہے کہ میری خاموشی سے ہمارے کام میں کچھ اڑچن نہ آئیگی -

(۲) مجھے اس کا دکھ ہے کہ آپ لوگوں کو میں جتنا وقت دینا چاہتا ہوں نہیں دے سکتا - اس کے لئے

مجھے معاف کریں۔ میری خاموشی سارے دن چلتی
 ہے۔ وہ ایسی نہیں ہے کہ ٹوٹ ہی نہ سکے لیکن میں
 چاہتا ہوں کہ جتنے دن چپ رہ سکوں رہوں اور میرا
 کام ٹھیک سے چلے اس لئے خاموشی رکھتا ہوں اگر میں
 اپنی طاقت ایک دم خرچ کر ڈالوں۔ تو ایک مہینے میں
 ٹوٹ جاؤں پر میرا ستیا گرہ اور میری اعنسا یہہ نہیں
 سکھاتی اگر ضرورت ہو تو اس طاقت کو دونوں ہاتھوں
 سے لٹا دوں نہیں تو کنجوس بھی ہو سکتا ہوں آج کل
 تو کنجوسی ہی سے کام لیتا ہوں۔ ہندستانی پرچار کیا
 ہے یہہ میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ ہندستانی
 پرچار سبہا کا مقصد یہہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ
 لوگ ہندی اور اردو شیلیان اور ناگری اور
 اردو لپیان سیکھیں ایک دن قہاجب آتر میں
 رہنے والے ایک ہی زبان بولتے تھے۔ اُن کی اولاد
 ہم ہیں آج ہم یہہ محسوس کر رہے ہیں۔ کہ ہندی اور
 اردو ایک دوسری سے دور دور ہوتی جا رہی ہیں۔
 ہندی والے مشکل سنسکرت کے اور اردو والے
 مشکل عربی فارسی کے لفظ چن چن کر استعمال
 کر رہے ہیں مین مانتا ہوں کہ یہہ چیز چلنے
 والی نہیں ہے دیہات کے لوگوں کو تو روٹی

گئی پڑی ہے وہ جو زبان آج تک بولتے آئے
 ہیں وہی آگے بھی بولتے رہیں گے ہندی
 اور اردو کے جو الگ الگ فرقے پیدا ہو گئے
 ہیں انہیں روکنے کا کام میرے جیسے
 لوگوں کا ہے۔ میں دونوں سے کہوں گا کہ آپ کا یہ
 طریقہ اچھا نہیں ہے آپ کے ان بڑے بڑے لفظوں کو
 دیہاتی لوگ سمجھ نہ سکتے ہیں اگر ہم دونوں لکھو تو
 کو سمجھ جائیں تو آخر میں دونوں باتیں ایک ہو جائیں گی۔
 لکھاؤں کا سوال اتنا بڑھا نہیں ہے۔ پہلے ہی ہمیشہ کے
 لئے دو لپیاں رہیں یا دونوں کو چھوڑ کر ہر ایک صوبہ اپنی
 اپنی لپی میں رائٹر باتیں لکھنے لگے تو یہی کوئی ہرج
 نہیں۔ مگر زبان تو ایک ہی ہو جانی چاہئے۔ آج ہم بیکار
 بن گئے ہیں۔ انگریزی کا بوجھ آج ہمارے سر پر ہے۔
 دو لپیاں سیکھنے سے ڈرنا نہ چاہئے کوئی کہے کہ اٹھ
 دس دوسری اچھی لپیاں ہیں تو کیوں نہ سیکھیں۔ میں تو
 کہتا ہوں کہ دکھ کی بھی ایک لپی تو سیکھ ہی لو۔
 زبانیں بھی وہاں جارہیں۔ اس سے آپ بھڑکین نہیں آپ
 ہندوستان میں رہتے ہوئے ہندوستانیوں کی سچا خدمت
 کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے دو لپیاں سیکھنے کی محنت
 سے ڈرنا کیا۔ زبان تو ایک ہی سیکھنی ہے۔ ہماری بد نصیبی
 ہے کہ ہمیں دو لپیاں اپنی پڑتی ہیں مگر میں تو ہند کی سب
 زبانیں خوشی سے سیکھ لوں۔ دل میں شوق ہو تو محنت کم

پڑتی ہے۔ آپ کی تعداد آج بہت ہی کم ہے آپ سب تو دو لپیاں سیکھہ ہی لین آس کا نتیجہ کتنا بڑا ہوگا یہ بحث میں اسوقت نہیں کرنا چاہتا۔

(۳) تارا چند جی سے مین جلدی ختم کرنے کو نہیں کہہ سکتا تھا کیونکہ مین خود آن کی باتوں میں گرفتار ہو گیا تھا۔ انہوں نے اسی باتیں کہیں جو وہ پنڈتوں کے مجمع میں بھی کہہ سکتے ہیں۔ ہم تو پنڈت (علم) نہیں ہیں پھر بھی سب لوگوں کے ساتھ مین بھی شوق سے سن رہا تھا۔ انہوں نے کوئی بات دھرائی بھی نہیں اس لئے مین نے انہیں نہیں روکا۔ شری آند کو سلیائن نے جو کہا وہ مین سمجھا۔ وہ دب دب کر بوئے ہیں۔ ہندی ساہیتہ سمیان کی طرف سے انہوں نے یہ کہہ کہ دو لپیوں کا بوجہ ہو سکے تو نکال دیا جائے۔ میں آج بھی ہندی ساہیتہ سمیان میں ہوں آس میں میں اپنے آپ نہیں گیا تھا۔ چھنا لال جی جس کام میں جاتے آس میں اپنے ساتھ مجھے گھسیٹ لے جاتے تھے وہ مجھے اندور لے گئے۔ وہاں میں نے سمیان کو ایک نئی چیز دی آسے سب ہضم کر گئے مین نے کہا تھا ہندی وہ زبان ہے جسے ہندو مسلمان دونوں بولتے ہیں اور جسے لوگ دونوں لپیوں میں لکھتے ہیں۔ میرا ٹھہراؤ منظور ہو گیا۔ میں نے آسے سمیان کے قاعدوں میں شامل کر دیا۔ بعد میں پھر قاعدہ بدل دیا گیا سو دوسری بات ہے اس لئے اب اگر میں سمیان میں سے نکل جاؤں

تو کیا مجھے دکھ نہ ہوگا۔ ہم میں سے کئی ایسے ہیں جو
 ہندی اور اردو کو ملا نے کی کوشش کرتے ہیں۔ کوئی
 کہتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو سچی
 جمہوریت (ڈیموکریسی) چاہتا ہوں۔ صرف ہاں میں ہاں
 ملا نے سے ”ڈیموکریسی“ دھوکہ بن جاتی ہے۔ اسی لئے
 میں نے کہا کہ صرف ہاں میں ہاں نہ ملائے۔ اپنی
 سچی رائے بتائے۔ میں نہیں چاہتا کہ ہندی مٹ جائے یا
 اردو تباہ ہو جائے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ دونوں
 ہمارے کام کی ہو جائیں۔ ستیا گرہ کا قانون ہے کہ ایک
 ہاتھ کی تالی بھی ہو سکتی ہے۔ وہ بجتی نہیں۔ پر
 اس سے کیا آپ ایک ہاتھ بڑھاویں گے تو دوسرا
 اپنے آپ بڑھ جاوے گا۔ عبدالحق صاحب نے ناگپور میں
 جو بات کہی تھی اسے آس وقت میں نہ سمجھ سکا۔
 ہندی یعنی اردو اسے میں نے مانا نہیں تھا۔ آس وقت
 ان کی بات مان لیتا تو اچھا ہوتا۔ دوست بننے آئے
 تھے مگر مخالف اور دشمن سے بن گئے۔ پر میرا
 دشمن تو کوئی ہے ہی نہیں۔ پھر حق صاحب ہی میرے
 دشمن کیسے بن سکتے ہیں۔ اس لئے آج پھر ہم ایک
 اسٹیج پر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ناگپور میں بھارتی ساہتیہ
 سمیان کیا تھا لیکن وہ وہیں شروع اور وہیں ختم ہوا۔
 ہم لوگ ملنے آئے تھے اور پھر الگ الگ ہو گئے۔ ایسے

سمیان سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا ۔ وہ ہندوستانی نہیں بلکہ
 بھارتی ساہتیہ سمیلن تھا ۔ اس لئے اس وقت کے بھاشن میں
 میں نے سنسکرت کے شبد بھی دئے تھے ۔ اگر ان کے
 سامنے بولنا پڑے تو آج بھی وہی کہو دگا ۔ آندجی
 کہتے ہیں کہ سب کو دولپیان سیکھنے میں بڑی مصیبت
 پڑیگی ۔ میں کہتا ہوں کہ آسمیں کچھ بھی مصیبت نہیں ۔
 اور اگر ہو بھی تو اسے پار کرنا ہی ہوگا کیونکہ اگر
 اسے پار نہ کیا تو اس سے بھی بڑی مصیبت کا مقابلہ ہم
 کیسے کر سکیں گے ۔ میں ہندو مسلم ایکتا کے لئے جیتا ہوں ۔
 میں جانتا ہوں کہ ہندوستانی کے پرچار سے ہندو مسلم ایکتا
 ہوگی ۔ مگر اس وقت میں آپ کو یہ لالچ نہیں دے
 رہا ہوں ۔ میں کہتا ہوں کہ ہندی اور اردو دونوں کا بہلا
 ہو ۔ ان دونوں سے مجھے کام لینا ہے ۔ ہندوستانی آج
 بھی موجود ہے ۔ مگر ہم اسے کام میں نہیں لاتے ۔
 یہہ زمانہ ہندی کا اور اردو کا ہے ۔ وہ
 دوندیان ہیں ۔ ان میں سے ہندوستانی
 کی تیسری ذدی ظاہر ہونے والی ہے ۔
 اس لئے وہ دونوں سوکھ جائیں گی ۔ تو ہمارا کام نہیں
 چل سکتا ۔ دیہاتی لوگ میری زبان سمجھ لینگے ۔ ٹھوس
 ٹھوس کر سنسکرت یا عربی فارسی کے شبد جس میں
 بہرے ہوئے ہوں ۔ ایسی بھاشا وہ نہیں سمجھ سکیں گے ۔

اگر ہندی ساہتیہ سمیان والے کہیں کہ ہم
تو سنسکرت بھری ہندی ہی چلا دیں گے
تو میرے لئے سمیان مرجاتا ہے ۔ دیہاتی
زبان تو ایک ہی ہے وہ دو نہیں ہو سکتیں ۔ ہندی
والے چاہتے ہیں کہ میں ہندی کی ہی نوبت بجاتا
رہوں اردو کا نام نہ لون ۔ مگر میں تو اہنسا کو ماننے
والا ہستیا کر رہی ہوں ۔ میں یہہ کیسے کر سکتا ہوں ۔
میں اکیلا یہہ کام نہیں کر سکتا ۔ اس میں سب کی مدد
چاہئے ۔ میں مہاتما ہوں تو اس کا سبب یہی ہے کہ میں
اپنی حدوں کو سمجھ کر آن سے باہر نہیں جاتا ۔ اسی لئے
مولوی عبدالحق صاحب آئے ہیں ۔ میرے پاس پنکھہ نہیں ۔
بڑے بڑے بزرگوں کو اس لئے بلایا ہے کہ وہ
مجھے پنکھہ دیں ۔ دینگے تو میں اڑونگا اور کہونگا
دیکھو کام تو اچھا ہو گیا نا، نہیں تو میں خاک میں
پڑا ہوا خاکسار ہی رہ جاؤنگا ۔ ہندی ساہتیہ سمیان میں
ایک بڑا آدمی سمجھا جاتا ہوں ۔ آس حیثیت سے نہیں
بلکہ عام طور پر میں یہہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہندی ساہتیہ
سمیان کے خلاف کوئی کام نہ ہوگا پر دونوں لیان سیکھنے
کی تکلیف تو گورا کرنی ہوگی ۔ میں تو اندیجی سے بھی
کام لینا چاہتا ہوں ۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ مسلم لڑکے تو
ناگری لپی نہیں سیکھتے ۔ میں کہتا ہوں اگر ایسا ہے

تو تم نے کچھ نہیں کہو یا انہوں نے کہو یا ہے ۔
ایک اور لہی سیکھ لی تو اس سے نقصان کیا ہوا ۔ اتنی
سی بات سے اتنا بڑا فائدہ جو ہوتا ہے ۔ یہی بات میں
نے حسرت موہانی صاحب سے بھی کہی تھی لیکن اس
وقت وہ کام نہ چلا کیونکہ اس وقت ستیاگرہ شروع
ہو گیا ۔ میں یہہ نہیں کہتا کہ آپ سب لوگ جیل جائیں
مگر میں جیل گیا ۔ دوسرے جو جیلوں میں پڑے ہیں سو
بھی کوئی بیوقوفی کی بات نہیں ہے ۔ جواہر ولہہ بھائی
مولانا صاحب جیل میں بیٹھے ہیں ، وہ کوئی پاگل نہیں
ہیں ۔ اگر وہ خوشامد کر کے باہر آجائیں تو میری نظر
میں وہ مرجائیں گے ۔ اگر وہ اندر ہی مرجائیں گے تو میں ایک
بھی آنسو نہیں بہاؤں گا ، کہو نگا اچھے مرے کیونکہ ، وہاں
بیٹھے بیٹھے بھی وہ ہندی کی خدمت کر رہے ہیں ۔
اگر ہندی اور اردو مل جائیں تو گنگا جمن
سے بڑی سرسوتی ہگلی کی طرح بن
جائے گی ۔ ہگلی تو گندی ہے میں اوسکا پانی
نہیں پیتیا ۔ لیکن اگر یہہ ہگلی بن گئی تو یہہ
بڑی خوبصورت ہوگی ۔ اب رہی پیسے کی بات ۔
آپ میں سے جو لوگ پیسہ دینا چاہیں گے وہ میرے
پاس یا شری نارائن کے پاس دے دیں ۔ ہر ایک کو

اپنی حیثیت کے مطابق پیسہ دینا چاہئے، جو لوگ پیسہ دین
کام کے لئے دین، نام کے لئے کوئی پیسہ نہ دے۔

(وردھا - ۲۷ فروری سنہ ۱۹۴۵ ع)

سہیلان کے رزولیشن

(۱) اس کانفرنس کی رائے میں ہندوستانی زبان کو
بہیلانے اور ترقی دینے کے لئے اس بات کی ضرورت
ہے کہ ہندی جانے والے اردو لکھاؤ کو اور اردو جاننے
والے ناگری لکھاؤ کو جلدی سے جلدی سیکھ لیں - اور
جو لوگ ان دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں جانتے
وہ بھی دونوں کو ہی سیکھیں - تاکہ سب لوگ ہندوستانی
کے روپوں ہندی اور اردو کو پڑھ اور سمجھ سکیں اور
اور اس طریقہ سے ہندوستانی کی ترقی اور پرچار
ہو سکے -

(۲) دیش کے سب لوگ اس بات کو مانتے اور
سمجھتے ہیں کہ ہمارے قومی جیون کو مضبوط کرنے اور
ایک الگ صوبوں کے لوگوں میں میل جول اور
بیوہار کی ایک بھاشا بتانے کے لئے ضروری ہے کہ
ہندوستانی زبان کو ترقی دی جائے اور اس کی روپ
ریکھا ٹھیک کی جائے کیونکہ اس بات کے لئے یہی بھاشا
سب سے زیادہ کام کی ہے - یہ کانفرنس فیصلہ کرتی

ہے۔ کہ پنڈرہ کی تعداد تک ممبروں کی ایک کمیٹی بنائی جائے جو ہندوستانی بہاشا کی ڈکشنریاں تیار کرے بہاشا کے قاعدے تیار کرے اس کے لفظوں کا بہندار بڑھاوے آن کے روپ باندھے اور اچھی اچھی اور کام کی کتابیں لکھوائے۔ کسی ممبر کی جگہ خالی ہوگی تو اسے باقی ممبر بھر سکیں گے۔ کمیٹی کا ایک کنوینر ہوگا جو مناسب وقت اور جگہ پر کمیٹی کی میٹنگ بلایا کرے گا۔ یہ کمیٹی اپنے کام کا ایک ڈھانچا تیار کریگی۔ خرچ کا بیورا بنائیگی۔ اسے مہاتما گاندھی جی کے پاس منظوری کے لئے بھیجے گی اور مہاتما جی کو وقت پر اپنے کام کی رپورٹ دیتی رہے گی۔ اس کمیٹی کے ممبروں کے نام مہاتما گاندھی ڈاکٹر تارا چند اور سلیمان ندوی شائع کریں گے۔

راشٹرو بہاشا

(گاندھی جی اور ٹنڈن جی کی خط و کتابت)۔

۲ مہابیشور - ۲۸ مئی سنہ ۱۹۲۸ء

”بہائی ڈنڈن جی“

میرے پاس اردو خط آتے ہیں اور گجراتی - سب پوچھتے ہیں میں کیسے ہندی ساہتیہ سمیان میں رہ سکتا ہوں اور ہندوستانی سبھا میں بھی - وہ کہتے ہیں سمیان کے خیال سے ہندی راشٹر بہاشا ہو سکتی ہے - جس

میں ناگری لپی ہی کو راشٹری جگہ دی جاتی ہے۔ جب کہ میرے خیال سے ناگری اور اردولپی کو یہہ جگہ دی جاتی ہے اور آس ہاشا کو جو نہ فارسی سے لپی ہوئی ہے نہ سنسکرت سے۔ اگر میں سمیان کی ہاشا اور ناگری لپی کو پوری راشٹری اہمیت نہیں دیتا ہوں تو مجھے سمیان میں سے ہٹ جانا چاہئے۔ ایسی دلیل مجھے ٹھیک لگتی ہے۔ اس حالت میں کیا سمیان سے ہٹنا میرا فرض نہیں ہوتا ہے۔ ایسا کرنے سے لوگوں کو پریشانی نہ رہیگی اور مجھے بٹہ چلیگا کہ میں کہاں ہوں۔ مہربانی کر کے جلدی جواب دین برت کی وجہ سے میں نے اپنے قلم سے نہیں لکھا ہے میرے شبہ پڑھنے میں سب کو مصیبت ہوتی ہے۔ اس لئے اسے لکھوا کر بھیجتا ہوں امید ہے کہ آپ اجھے ہوں گے۔

آپ کا

(م - ل - گاندھی)

۱۔ کراستہ ویدٹ روڈ۔ الہ آباد

۸ جون سنہ ۱۹۴۵ ع

یوجیہ بابو جی، پر نام۔ آپ کا ۲۸ مئی کا خط مجھے ملا۔ ہندی ساہیتہ سمیان اور ہندستانی پرچار سبھا کے کاموں میں کوئی بنیادی اختلاف میرے خیال میں نہیں ہے۔ آپ کو خود ہندی ساہیتہ سمیان کا مہر رہتے

ہوئے تقریباً ۲۷ سال ہو گئے۔ اس بیچ آپ نے ہندی پر چار کام مالکی نظر سے کیا، کیا وہ سب کام غلط تھے یہ تو آپ نہیں مانتے ہوں گے۔ راشٹری خیال سے ہندی کا پرچار اور یف کے قابل ہے، یہ تو آپ کا اصول ہے ہی آپ کے لئے نقطہ نگاہ کے مطابق اردو سکھانے کا بھی پرچار ہونا چاہئے۔ یہ پہلے کام سے مختلف ایک نیا کام ہے جس کا پہلے کام سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ سمیان ہندی کو راشٹری بھاشا مانتا ہے۔ اردو کو وہ ہندی

کی ایک شیلی مانتا ہے جس کا لایق آدمیوں میں دو آج ہے۔ وہ خود ہندی کی تمام شیلی کا کام کرتا ہے گو کہ اردو شیلی کا نہیں۔ آپ ہندی کے ساتھ اردو کو بھی چلاتے ہیں۔ سمان آس کی ذرا بھی مخالفت نہیں کرتا بلکہ راشٹری کاموں سے انگریزی کو ہٹانے میں وہ آس کی مدد کا سواکت کرتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آپ دونوں چلانا چاہتے ہیں سمیان شروع سے صرف ہندی چلاتا آیا ہے۔ ہندی ساہیتہ سمیان کی طرف سے چنے ہوئے پرتی ندھی ہندستانی اکیڈمی کے ممبر ہیں اور ہندستانی اکیڈمی ہندی اور اردو دونوں سیلیان اور لیپان چلاتی ہے۔ اس نقطہ نظر سے میری عرض ہے کہ مجھے اس بات کا کوئی موقع نہیں معلوم ہوتا کہ آپ سمیان چھوڑیں۔ ایک بات اس سمبندہ میں اور بھی ہے اگر آپ ہندی ساہیتہ

سمیان کے اب تک ممبر نہ ہوتے تو ممکن ہے آپ کے لئے
 یہ نہ ٹھیک ہوتا کہ آپ ہندوستانی پرچار سبھا کا کام کرتے
 ہوئے ہندی سہایتہ سمیان میں آنے کی ضرورت نہ دیکھتے ،
 لیکن جب آپ اتنی دیر سے سمیان میں ہیں تب آسے
 چھوڑنا ایسی حالت میں مناسب ہو سکتا ہے جب ہر
 طور پر آس کا کام آپ کے نئے کام کے خلاف ہوتا
 اگر آپ نے اپنے پہلے کام کو رکھتے ہوئے آس میں
 ایک شاخ بڑھائی ہے تو مخالفت کی کوئی بات نہیں ہے ۔
 مجھے جو بات ٹھیک لگی اوپر عرض کر دی ہے ۔ بلکہ اگر
 آپ کو مزید یہ نقطہ نظر سے اتفاق نہیں ہے اور آپ کا
 اٹنا یہی کہتا ہے کہ سمیان سے الگ ہو جاؤں تو آپ کے الگ
 ہونے کی بات پر بہت افسوس ہوتے ہوئے بھی سر جھکا
 کر آپ کے فیصلے کو منظور کرونگا ۔ حال میں ہندی اور
 اردو کے بارے میں ایک بیان میں نے دیا تھا ۔ آس کی ایک
 نقل شیوا میں بھیجتا ہوں ۔ عرض ہے کہ آسے بڑھ لیجئے گا ۔

”داس“

پرشوتم داس ٹنڈن

پھر ۔ اس وقت نہ صرف آپ بلکہ ہندوستانی پرچار
 سبھا کے متبرقی شری من نارائن جی اور کئی دوسرے ممبر
 سمیان کی راشٹر بھاشا پرچار کمیٹی کے ممبر ہیں ۔ ایک صاف
 فائدہ اس سے یہ ہے کہ راشٹر بھاشا پرچار کمیٹی اور

ہندستانی پرچار سبھا کے کاموں میں اختلاف نہ ہو سکے گا۔ کچھ رائے میں فرق ہوتے ہوئے بھی ساتھ کام کرنا مناسب ہے۔

(پ - د - ٹڈن)

پنج گنی

۱۳ جون سنہ ۱۹۴۵ ع

”بھائی پرشوتم داس ٹڈن جی“

آپ کا خط کل ملا۔ آپ جو لکھتے ہیں اسے میں برابر سمجھا ہوں۔ تو نتیجہ یہہ ہونا چاہئے کہ آپ اور سب ہندی پریمی میرے لئے نقطہ نظر کا سواگت کریں، اور مجھے مدد دیں۔ ایسا ہوتا نہیں ہے اور کجرات میں لوگوں کے من میں اڑچن پیدا ہو گئی ہے اور وہ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔ میرے ہی نتیجے کا لڑکا اور ایسے دوسرے ہندی کام کر رہے ہیں اور ہندستانی کا بھی۔ اس سے مصیبت پیدا ہوتی ہے۔ پیرین بہن کو آپ جانتے ہیں، وہ دونوں کام کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن اب موقع آگیا ہے کہ ایک یا دوسرے کو چھوڑیں۔ آپ جو کہتے ہیں وہ صحیح ہے کہ ایسا موقعہ آنا ہی نہ چاہئے۔ میرے خیال سے ایک ہی آدمی ہندستانی پرچار سبھا اور ہندی ساہتیہ سمیان کا ممبری یا

بڑا بن سکتا ہے۔ بہت کام ہونے کی وجہ سے ایسا نہ ہو
 سکے تو وہ دوسری بات ہے۔ اور جو میں کہتا ہوں وہی
 مطلب آپ کے خط کا ہے ، اور ہونا چاہئے۔ تب تو
 کوئی اختلاف رائے کی وجہ ہی نہیں رہتی اور مجھ کو
 بڑی خوشی ہوگی۔ آپ کا جو بیان آپ نے بھیجا ہے میں
 پڑھ گیا ہوں۔ میرے خیال سے ہندوستانی پر چار سبھا
 بالکل آپ ہی کا کام کر رہی ہے۔ اس لئے وہ آپ کے
 شکریہ کی مستحق ہے۔ اور کم سے کم اس میں آپ کو
 ممبر ہونا چاہئے۔ میں نے تو آپ سے عرض بھی کی کہ آپ
 آسکے ممبر بنیں لیکن آپ نے انکار کیا ہے ایسا کہہ کر
 کہ جب تک ڈاکٹر عبدالحق نہ بنیں تب تک آپ باہر
 رہیں گے۔ اب میری درخواست یہ ہے کہہ اگر میں
 ٹھیک لکھتا ہوں اور ہم دونوں ایک ہی وچار کے ہیں
 تو ہندی سہتیہ سمیان کی طرف سے یہ بات صاف ہونی
 چاہئے۔ اگر اس کی ضرورت نہیں ہے تو میرا کچھ
 زور نہیں ہے۔ کم سے کم ہم دونوں میں تو اس بارے
 میں اختلاف رائے نہیں ہے ، یہ بات صاف ہو جانی
 چاہئے۔ ہندی سہتیہ سمیان میں سے نکلتا میرے لئے کوئی
 مذاق کی بات نہیں ہے لیکن جیسے میں کانگریس میں
 سے نکلا تو کانگریس کی زیادہ سیوا کرنے کے لئے ، اسی
 طرح اگر سمیان سے نکلا تو بھی سمیان کی یعنی ہندی کی زیادہ

سیوا کرنے کے لئے نکالو گا جس کو آپ میرے لئے بوجھار
 کہتے ہیں۔ سچ سچ تو نئے نہیں ہیں لیکن جب میں سمیان
 کا پہلا پریذیڈنٹ ہوا تب جو کچھ کہا تھا اور دوبارہ
 سنبھال پتی ہوا تب اسے زیادہ صاف کیا اسی خیال پر
 میں اب صاف طرح سے عمل کر رہا ہوں۔ ایسا کہا
 جاسکتا ہے۔ آپ کا جواب آنے پر میں آخری فیصلہ
 کر لوں گا۔

آپ کا

(م۔ ل۔ گاندھی)

۱۰، کراس تھم وینٹ روڈ۔ الہ آباد

۱۱ جولائی ۱۹۴۵ ع

بوجھ باری، پر نام

آپ کا پینچ گنی سے لکھا ہوا ۱۳ جون کا خط ملا
 تھا۔ اس کے جلد بعد ہی سیاسی تبدیلیوں اور پینچ گنی
 سے ہٹنے کی بات سامنے آئی۔ میرے من میں یہ آیا تھا
 کہ سیاسی کاموں کی بھیڑ سے تھوڑی فرصت جب آپ کے
 پاس دیکھوں تب میں لکھوں۔ آج ہی میرے من میں
 آیا کہ اس وقت آپ کو فرصت ہوگی۔ اس کے بعد شری
 پیاری لال جی کا تاریخ کا خط آج ہی ملا جس میں
 انہوں نے خبر دی ہے کہ آپ میرے جواب کی راہ دیکھ
 رہے ہیں۔ آپ نے اپنے ۲۸ مئی کے خط میں مجھ سے

ہو چھا تھا کہ میں کیسے ہندی سہتیہ سمیان میں رہ سکتا
 ہوں اور ہندوستانی پر چار سبھا میں بھی۔ اس سوال کا
 جواب میں نے اپنے ۸ جون کے خط میں آپ کو دیا۔
 میری عقل میں جو کام ہندی سہتیہ سمیان کر رہا ہے اس
 سے آپ کے اگلے کام کی کوئی مخالفت نہیں ہوتی۔ اس
 ۱۲ جون کے خط میں آپ نے ایک دوسرے مضمون پر
 بحث کی ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ آپ اور سب ہندی
 پر یہی آپ کے نئے نقطہ نظر کا سواگت کرین اور مجھے
 مدد دیں۔ میں نے زبانی آپ کو سمجھانے کی کوشش کی
 تھی۔ اور جس بیان کی نقل میں نے آپ کو بھیجی تھی
 اس میں بھی میں نے صاف کہا ہے کہ میں آپ کے
 اس وچار سے کہ ہر ایک دیش واسی ہندی اور آردو
 دونوں سیکھے اتفاق نہیں کرتا۔ میری عقل منظور نہیں
 کرتی کہ آپ کا یہ نیا پروگرام عمل میں آسکتا ہے۔ مجھے
 تو دکھائی دیتا ہے کہ بنگالی، گجراتی، مراٹھی، اڑیا وغیرہ
 بولنے والے اس پروگرام کو منظور نہیں کریں گے۔ ہندی
 اور آردو کا ملاپ ہو، اس اصول میں پوری طرح سے
 میں آپ کے ساتھ ہوں بلکہ یہ سمجھوتہ جیسا میں
 نے آپ سے بمبئی میں عرض کیا تھا، اور جیسا میں نے
 بیان میں بھی لکھا ہے، تب ہی ممکن ہے جب
 ہندی اور آردو کے لیکھک اور آن کی سنستھائیں اس سوال

میں شردھان دکھائیں ۔ میں نے اس سوال کو آله آباد میں صوبائی ہندی سہایتہ سمیان کے سامنے توڑے دن ہوئے رکھا تھا ۔ میرے مجبور کرنے پر وہاں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ اس طرح کے ملاپ کا ہندی والے سواکت کریں ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ آردو کی سنستھائیں بھی اس سمجھوتے کے اصول کو منظور کریں ۔ آردو کے لیکھک نہ چاہیں اور آپ اور ہم سمجھوتہ کر لیں یہ ناممکن ہے اس کام کے کرنے کا طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ ہندی سہایتہ سمیان، اگری پرچارنی سبھا، کاشی و دیا پیٹھ، انجمن ترقی آردو، جامعہ ملیہ، اور اس طرح کی دواک دوسری سنستھاؤں کے پرتی ندھیوں سے نجی بات کی جائے اور اگر ان کے سچا لکون کا رجحان سمجھوتے کی طرف ہو تو ان پرتی ندھیوں کی ایک بیٹھک کی جائے اور اس سوال کے پہلوؤں پر وچار ہو۔ ہاشا اور لپی دونوں ہی کے ملاپ کا سوال ہے کیونکہ تجربہ سے دکھائی پڑ رہا ہے کہ تمام کاموں میں تو ہم ایک ہاشا چلا کر دو لپی میں آسے لکھ لیں لیکن گہرے اور ادبی کاموں میں ایک ہاشا اور دولپی کا اصول چلے گا نہیں۔ ہاشا کا پکا سمجھوتہ تب ہی ہوگا جب ہم دیش کے لئے ایک عام لپی کو ترقی دے سکیں ۔ کام بہت بڑا ضرور ہے لیکن دانشور کی پہلائی کی نظر سے بالکل صاف ہے ۔ میرے

سامنے یہ سوال سنہ ۱۹۲۰ ع سے رہا ہے ۔ لیکن یہہ دیکھ کر کہ اس کے اٹھانے کے لئے جو سیاسی فضا ہونی چاہئے وہ نہیں ہے میں اس میں نہیں پڑا اور صرف راشٹر بھاشا کے ہندی روپ کی طرف میں نے دھیان دیا۔ یہہ سمجھ کر کہ اس کے ذریعہ صوبائی بھاشاؤں کو ہم ایک راشٹر بھاشا کی طرف لگا سکیں گے ۔ میں مانتا ہوں کہ بورا کام تب ہی کیا جاسکتا ہے کہ جب ہم اردو والوں کو بھی اپنے ساتھ لے سکیں ۔ لیکن اس کام کو بوجھارک نہ دیکھ کر دشمن کی دوسری بھاشا بولنے والی بڑی جتنا کو ہندی کے حق میں کرنا ایک بہت بڑا کام قومیت کی ترقی کے لئے ہے ۔ اس طرح اس خیال سے میں نے کام کیا ہے۔ اردو کی مخالفت کا تو میرے سامنے سوال ہو ہی نہیں سکتا ۔ میں تو اردو والوں کو بھی ایسی بھاشا کی طرف کہنچنا چاہوں گا۔ جسے میں راشٹر بھاشا کہوں اور اس کہنچنے کے جوابی کام میں قدرتی طور پر اردو والوں کی صلاح لیکر بھاشا میں تبدیلی کے لئے بھی بہت دور تک کچھ طے شدہ اصولوں کی بناء پر جانے کو تیار ہوں ۔ لیکن جب تک وہ کام نہیں ہوتا تب تک اسی کو بہتر سمجھتا ہوں کہ ہندی کے ذریعہ راشٹر کے بہت بڑے حصوں میں ایکتا قائم ہو ۔ آپ نے جس طرح کام اٹھایا ہے وہ اوپر میرے عرض کئے ہوئے کام سے بالکل

ایک ہے۔ میں آپ کی مخالفت نہیں کرتا لیکن آپ اپنا کام نہیں بنا سکتا۔ آپ نے گجرات کے لوگوں میں پریشانی پیدا ہونے کی بات لکھی ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ مہربانی کر کے سوچیں کہ اس کی وجہ کیا ہے۔ مجھے یہ دکھائی دیتا ہے کہ گجرات کے لوگوں (اور دوسرے صوبوں کے لوگوں) کے دلوں میں دونوں لیوں کے سیکھنے کا اصول گھس نہیں رہا ہے۔ لیکن آپ کی شخصیت اس طرح کی ہے کہ جب آپ کوئی بات کہتے ہیں تو قدرتاً طبیعت چاہتی ہے کہ آپ کو پورا کیا جائے۔ میری بھی تو ایسی ہی خواہش ہوتی ہے۔ لیکن عقل آپ کے بتائے راستے کی جانچ پڑتال کرتی ہے اور آپ سے منظور نہیں کرتی۔ آپ نے پیرین بہن کے بارے میں لکھا ہے۔ یہ سچ ہے کہ وہ دونوں کام کرنا چاہتی ہیں۔ اس میں تو کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ راشٹر بھاشا پر چار کمیٹی اور ہندوستانی پر چار سبھا کے کام کرنے والوں میں اختلاف نہ ہو اور وہ ایک دوسرے کے کاموں کو فراخ دلی سے دیکھیں اس میں یہ بات مددگار ہوگی کہ ہندوستانی پر چار سبھا اور راشٹر بھاشا پر چار کمیٹی کا کام الگ الگ سنستھاون کے ذریعہ ہو، ایک ہی سنستھا کے ذریعہ نہ چلے۔ ایک کے ممبر دوسرے کے ممبر ہوں لیکن ایک ہی عہدے دار دونوں سنستھاون

کے ہونے سے بیوہارک مشکلات اور خیانون میں فرق ہوگا۔ اس لئے عہدئے دار الہک الہک ہون۔ آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ اس اصول پر آپ سے سنہ ۱۹۴۲ء میں باتیں ہوئی تھیں۔ جب ہندوستانی پر چار سبھا بننے لگی اس وقت میں نے عرض کی تھی کہ راشٹر بھاشا پر چار سبھی کا منتری اور ہندوستانی پر چار سبھا کا منتری ایک ہونا مناسب نہیں۔ آپ نے اسے منظور بھی کیا تھا۔ اور جب آپ نے شری من نارائن جی کے لئے ہندوستانی پر چار سبھا کا منتری بننا ضروری بتایا تب ہی آپ کی صلاح سے یہ فیصلہ ہوا تھا کہ کوئی دوسرا آدمی راشٹر بھاشا پر چار سبھی کے منتری نہ کے لئے بھیجا جائے۔ اور اس کے کچھ دن بعد آند کو سلیائن جی بھیجے گئے تھے۔ یہی اصول پیر بن بہن کے منجندہ میں لاگو ہے۔ جس طرح شری من نارائن جی ہندوستانی پر چار سبھا کے منتری ہوتے ہوئے راشٹر بھاشا پر چار سبھی کے کرتا دھرتا بھی رہے ہیں اسی طرح پیر بن بہن دونوں سنستھاؤں میں سے ایک کی سکریٹری ہوں اور دوسری میں کہل کر کام کریں۔ اس میں تو کوئی مشکل نہیں ہے۔ یہی اصول سب صوبوں کے حق میں قائم رہے گا۔ شاید شری من نارائن جی آن سب جگہوں میں جہاں راشٹر بھاشا پر چار سبھی کا کام ہو رہا ہے ہندوستانی پر چار

سبھا کی شاخیں کہولنے کی کوشش کریں گے - انہوں نے
 ریشٹر ہاشا پر چار سمتی کے کچھ عہدے داروں سے
 ہندستانی پر چار سبھا کا کام کرنے کے لئے چھٹی پتری بھی
 کی ہے۔ آپس میں اختلاف نہ ہو اس کے لئے یہہ راستہ
 مناسب ہے کہ دونوں سنسٹھاؤں کی شاخیں الگ الگ
 ہوں اور ان کے بڑے بڑے عہدہ دار الگ ہوں -
 ساتھ ہی میل اور سمجھوتہ رکھنے کے لئے دونوں کی ممبری
 سب کے لئے کھلی رہی ہے - یہہ تو میری عقل میں ایسا
 کام ہے جس کا سوا گت ہونا چاہئے - آپ نے میرے
 بیان کو پڑھنے کی مہربانی کی اور اس سے آپ نے یہہ
 نتیجہ نکالا کہ ہندستانی پر چار سبھا بالکل میرا ہی کام
 کریگی اور مجھے اسکا ممبر ہونا چاہئے - آپ نے یہہ بھی
 لکھا ہے کہ آپ نے مجھے ممبر ہونے کے لئے کہا تھا لیکن
 میں نے یہہ کہہ کر انکار کیا کہ جب تک عبدالحق صاحب
 اس کے ممبر نہ بنیں گے میں بھی باہر رہوں گا - یہہ سچ
 ہے کہ میں ہندستانی پر چار سبھا کا ممبر نہیں بنا ہوں،
 اس سبب کہ میں سنہ ۲۲ میں کا کا کالیکٹر بھی نے مجھ سے
 کہا تھا اور حال میں ڈاکٹر تارا چند نے - آپ نے بمبئی
 پنچ گنی جانے سے پہلے ایک لفافہ میں دو خط مجھے
 بھیجے تھے - ان میں سے ایک میں آپ نے اس بارے میں
 لکھا تھا - لیکن مجھے بالکل یاد نہیں ہے کہ کبھی آپ نے

زبانی مجھ سے ہندوستانی پرچار سبھا کا ممبر بننے کے لئے
 کہا ہو اور میں نے عبدالحق صاحب کا حوالہ دے کر انکار
 کیا ہو۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ایک سنی ہوئی
 بات کو اپنے سامنے کی بات میں یادداشت کی غلطی سے
 بدل دیا ہے۔ سنہ ۲۴ میں کاکا جی نے جب پرچار کی اس وقت
 میں نے آن سے مولوی عبدالحق اور اردو والوں کو لانے
 کی بات ضرور کہی تھی۔ مطلب وہی تھا جو آج بھی ہے۔
 یعنی یہ کہ جب تک اردو اور ہندی کے لیکھک ہندی اور
 اردو کے ملاپ میں شریک نہیں ہوتے تب تک یہ کوشش
 کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ہندوستانی پرچار سبھا اگر اس کام
 میں کچھ بھی کامیابی حاصل کرنے گی تو وہ ضرور میری
 مبارک یاد کی مستحق ہوگی۔ آج تو ہندوستانی پرچار سبھا
 میں شامل ہونے میں میری مشکل اس لئے بڑھ گئی ہے
 کہ وہ ہندی اور اردو دونوں کو ملانے کے سوا ہندی اور
 اردو دونوں شیلوں اور لیپوں کو الگ الگ ہر ایک دیش
 داسی کو سکھانے کی بات کرتی ہے۔ یہ میں نے آپ
 کے خط کی باتوں کا جواب دیا۔ اب میری عرض ہے کہ ان
 باتوں سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ آپ یا ہندوستانی پرچار
 سبھا کے دوسرے ممبر سمیان سے الگ ہوں۔ سمیان دل سے
 آپ سب کو اپنے اندر رکھنا چاہتا ہے۔ آپ کے رہنے سے
 وہ اپنی شان سمجھتا ہے۔ آپ آج جو کام کرنا چاہتے

ہیں وہ سمیلن کا اپنا کام نہیں ہے لیکن سمیلن جتنا کرنا
 ہے وہ آپ کا کام ہے۔ آپ اس سے الگ جو کرنا چاہتے
 ہیں اسے سمیلن میں رہتے ہوئے بھی ازادی سے کر سکتے
 ہیں۔

داس

(پرشوتم داس ٹنڈن)

سیواکرام

۱۵ - ۷ - ۴۵

بھائی ٹنڈن جی

اپکا تاریخ ۴ - ۷ - ۱۱ کا خط ملا۔ میں نے دوبارہ
 پڑھا۔ بعد میں بھائی کشور لال بھائی کو دیا۔ وہ آزاد خیال
 کے ہیں آپ جانتے ہوں گے۔ انہوں نے لکھا ہے سو بھی
 بھیجتا ہوں۔ میں تو اتنا ہی کہوں گا کہ جہان تک ہو سکا
 میں آپ کے پریم میں بندھا رہا ہوں۔ اب وقت آیا ہے
 کہ وہ ہی پریم مجھے آپ سے علیحدہ کرا لے گا۔ میں اپنی
 بات نہیں سمجھا سکا ہوں۔ یہی خط آپ سمیلن کی مستقل
 کاپی کے سامنے رکھیں۔ میرا خیال ہے کہ سمیلن نے ہندی
 کی مہری تشریح اپنائی نہیں ہے۔ اب تو میرے وچار اسی
 سمت میں آگے بڑھے ہیں۔ راشٹر بھاشا کی مہری
 تشریح میں ہندی اور اردو لپی اور

دو دن شیلی کا گیان اٹا ہے ایسا ہوئے ہی سے
 دو دن کا ملاپ ہو سکیگا۔ مجھے ڈر ہے کہ میری بات
 سمیان کو چھیگی اس لئے میرا استعفیٰ قبول کیا جائے۔ ہندوستانی پرچار
 کا مشکل کام کرتے ہوئے میں ہندی کی سیوا کروں گا اور
 اردو کی بھی۔

اپ کا

(م - ک - گاندھی)

کراستہ ویسٹ روڈ الہ آباد

۲۰۵ - ۸ - ۲

یوجیہ بابو جی، پر نام

اپ کا ۱۰ جولائی کا خط ملا میں آپ کے حکم کے
 مطابق افسوس کے ساتھ آپ کا خط مستقل کمیٹی کے سامنے
 رکھ دوں گا۔ مجھے تو جو عرض کرنا تھا اپنے پیچھے دو
 خطوں میں کر چکا۔ آپ کے خط کے ساتھ بھائی کشور لال
 مشرووالا جی کا خط ملا ہے ان کو دیں الگ جواب
 لکھا رہا ہوں وہ اس کے ساتھ ہے مہربانی کر کے انہیں
 دیے دیجئے گا۔

داس

(پرشوتم داس ٹنڈن)

ہندوستانی کیون ؟

مجھے آج دو گرتھ دیے گئے ہیں وہ دو دن اونچی
 زبان میں لکھے گئے ہیں لیکن ایک ہی لپی میں ہے ہمارا

کارو بار دونوں لہون میں ہونا چاہئے کیونکہ ہندوستانی
 کی دولہا ہوتی ہیں۔ اتنا تو ہمیں کرنا ہی چاہئے
 اب سب لوگ ہندوستانی سیکھ لیں؟ کوئی آدمی یہاں آئے سے
 اور آئے سے ہی کیوں، اندھرا دیس سے، تامل دیش میں
 چلا آئے تو اس سے کہنا کہ یہاں کی چاروں زبانیں سیکھو،
 چار ہی کیوں، دس بارہ زبان سیکھ لو، یہہ کوئی نئی
 بات نہیں ہے۔ لیکن جتنی طاقت اب کو اس میں خرچ
 کرنی پڑتی ہے اس میں سے اگر کچھ بھی اب ہندوستانی
 کے لئے خرچ کریں تو آسانی سے اب ہندوستانی سیکھ
 سکتے ہیں۔ ہندوستانی ہندوستان کی بھاشا ہے۔ وہ سب
 صوبوں کی بھاشا ہونی چاہئے، اس کے یہہ معنی نہیں
 ہیں کہ تامل ناڈو میں تامل کا، اندھرا دیس میں تیلگو کا،
 مالا بار میں ملیالم کا، اور کرناٹک میں کنٹری کا، کوئی استھان
 نہیں ہے۔ صوبوں کی اپنی اپنی بھاشائیں ہیں اور ہونی
 چاہیں۔ لیکن جب ہم ایک دوسرے صوبے میں جاتے
 جاتے ہیں تو ہماری ایک ایسی عام بھاشا ہونی چاہئے جو
 سب لوگ سمجھ سکیں۔ ہو سکتا ہے کہ سب کے سب نہ
 سمجھیں لیکن اتنا تو ہو سکتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ
 سمجھیں۔ یہہ تب ہی ہو سکتا ہے جب لوگ جان بوجھ
 کر اور دھیان سے ہندوستانی سمجھ لیں اور سیکھ لیں۔
 تب لوگوں میں ایک طرح کی ہندوستانی فضا بن جاتی ہے۔

اس میں ضرور تہوڑی سی محنت ہوگی، لیکن جب ایک بار ماحول بن جائے گا تو اسے سمجھانے کے لئے کسی کو زیادہ محنت نہ کرنی پڑیگی۔ اس فضا میں سے وہ اپنی ضرورت کی چیز کھینچ لئے گا۔ ہندوستانی کا جب ماحول پھیل جاتا ہے تب ہم اس میں سے اپنی ضرورت کی چیز کو لے لین گے جیسے کہیں سنگیت چلتا ہے، وہ بھی مدھر سنگیت، تو آپ اس کو سمجھ لیتے ہیں، محسوس کر لیتے ہیں، وہ مجھ کو سکھانے کی ضرورت ہی کیا۔ ایسے ہی اگر ہندوستانی کو کڑوروں آدمی سمجھنے لگ جائیں تو دیش میں ایک ہندوستانی فضا بن جائے گی اور اس سے ہندوستانی عام ہوگی اور آسان ہوگی۔ مجھ کو دکھ ہے کہ اب لوگ وہ سب جو میں کہہ رہا ہوں پوری طرح سمجھتے نہیں۔ اب مجھ سے بڑی محبت کرتے ہیں کیونکہ اب جانتے ہیں کہ میں کنگالوں کی اور، غریب لوگوں کی سیوا کرتا ہوں۔ اگر میں ہندوستانی میں اولوں تو ابھی آپ اسے شانتی سے سن لیتے ہیں، وجہ یہ کہ میری آواز اب لوگوں کو مدھر لگتی ہے۔ میں آج تو یہاں سیدھی کام کی بات کہہ رہا ہوں۔ کلام کی بات کہوں تو مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب سمجھ سکتے ہیں میں اب کو ایک اور گھر، بھید، اور رہیں بتاتا ہوں۔ ہندوستانی میں پریم ہی ہے، وہ یہ ہے کہ جب ایک آدمی

کے دل میں ہندستانی کا پریم جاگ جائے گا تب وہ اپنی لڑکی سے، پتنی سے، اسی زبان میں بولنے لگے گا۔ اگر وہ نوکر رکھتا ہے تو اس سے اور اپنے دوستوں سے بھی اسی میں بولیگا۔ لیکن آج تو گھر گھر میں انگریزی زبان کا پرچار ہے۔ انگریزی زبان کی شراب لوگوں نے پی لی، اور آج کلبوں میں، گھروں میں، سب جگہ وہ انگریزی زبان ہی بولتے ہیں۔ ہندستانی تہذیب اُن میں نہیں رہتی۔ ایسی حالت اور کہیں نہیں ہے۔ صرف ہمارے غلام ملک ہندستان میں یہ حالت ہے۔ ہم نے اپنے کو غلامی کی زنجیر میں باندھ لیا ہے۔ آپ کو محنت کر کے، ہمت کر کے، اپنے گھروں میں بھی یہی ہاشا بولنی چاہئے، باہر تو آپ بولیں گے ہی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سب کے سب ہندستانی سیکھ لیں۔

۲۷ برس کی محنت کے بعد آج اپنا کام ہوا ہے کہ ہندستانی میں جب میں بولتا ہوں تو میری زبان سامنے والے جو یہاں ہیں کچھ تو سمجھتے ہیں۔ ہندستانی کوئی مشکل زبان نہیں ہے۔ آپ دکھن کے لوگوں میں عقل ہے اور سمجھہ بھی، دکھن کے لوگ سارے ہندستان میں پھیلے ہوئے ہیں، وہ وہاں کیوں جاتے ہیں؟ اس لئے کہ وہاں کے لوگوں کو اُن کی ضرورت ہے۔ اُن کی چترائی کی اور سمجھہ بوجھہ کی ضرورت ہے۔ ابھی

ابھی آپ نے سنا ہے کہ نئی ہندوستانی کے سبق چہہ ہفتوں میں سکھانے کا انتظام کیا گیا ہے ۔ اس میں زیادہ کوئی محنت نہیں ہے ۔ جہاں پر ہم نے وہاں محنت کی کوئی جگہ نہیں رہیگی ۔ ہماری سبھا کا نام ہندی پرچار سبھا ہے ، اب اسکا نام ہندی پرچار سبھا نہیں رہے گا ۔ ہندی شبدا کے بدلے اب ہمیں ہندوستانی شبدا لینا ہے ۔ ہندوستانی سب اوگوں کو سمجھنا چاہئے ۔ یہاں میں عقل سے کام کرنے کے لئے آیا ہوں شبدا کی یہاں گنجائش نہیں ۔ یہاں عقل سے کام لینا ہے ۔ اس وقت شبدا کا نام میں لینا نہیں چاہتا ورنہ وہ پاگل پن ہوگا یہاں میں صرف عقل کو استعمال کرنا چاہتا ہوں ۔ ہندوستان کی ہم کڑور کی آبادی ہے ۔ جب میں اردو کی بات کرتا ہوں تو ایسا سمجھا جاتا ہے کہ یہہ مسلمانوں کی بھاشا ہے ۔ ویسے ہی ہندی کی بات کرتا ہوں ، تو وہ ہندوؤں کی بھاشا ہے۔ اب یہاں تو آپکو ایک قوم کی بھاشا سکھانے کی بات نہیں ہے ، ایک دھرم کی بھاشا سکھانے کی بات نہیں ہے ۔ آپ میں سے کچھ جانتے ہونگے کہ پنجاب میں سب پڑھے لکھے ہندو اور مسلم اردو جانتے ہیں ، وہ ہندی بول نہیں سکتے ۔ کشمیر میں بھی اسی طرح اچھی اردو لکھتے والے ہندو ہیں ۔ سنسکرت بھری ہندی وہ نہیں سمجھتے ، اردو سمجھتے ہیں ۔ اس لئے میں آپ سے کہوں گا کہ آپ کا

یہہ دھرم ہے کہ آپ آردو لپی بھی سیکھیں - یہہ کوئی
 نئی بات میں آپ کو نہیں کہہ رہا ہوں - جب میں پہلے
 اندور کے ہندی ساہتیہ سمیلن میں گیا ، تب جتنا لاپی جی کی
 مدد سے دکن میں ہندی پر چار کام شروع ہوا - اس کام
 کی جڑ وہ ہے - اسی وقت یہہ کہا گیا تھا کہ ہندی وہ بھاشا
 ہے جو آئر کے مسلمان اور ہندو دونوں بولتے ہیں اور
 جسے دونوں لپیوں میں لکھتے ہیں - آردو اور دیوناگری
 لپی کے بارے میں آس وقت میں نے جو کہا تھا وہی
 اب میں دہرا رہا ہوں - راشٹر بھاشا کا پرچار کرتے
 ہوئے ہم اس طرف چلے جائیں اور ہمارا کام برابر ہوتا
 رہے تو ہم کہہ سکتے ہیں اور تب ہی ہمیں یہہ کہنے کا
 حق ہوگا کہ یہہ ہندستان ہمارا ہے ہم اپنے کو
 ہندستانی کہتے ہیں - ہندستانی بننا اور رہنا چاہتے ہیں -
 تو آپ کا پورا فرض ہو جاتا ہے کہ دونوں لپیوں میں
 ہندستانی بھاشا سیکھیں -

(تقریر - ۲۵ جنوری سنہ ۱۹۴۶ ع کو ہندی

پر چار سبھا کے جلسہ میں)

کڑوڑوں کی راشٹر بھاشا

آج کا کام ایک نیک کام ہے - کئی برس کے بعد
 میں یہاں خاص اس میلے میں حصہ لینے کے لئے آیا ہوں -

ہمارے سامنے کام تو کافی پڑا ہے نہوڑا نہوڑا کر کے
 ہم پورا کر لینگے جبکہ ہم یہاں ایک نیک کام کے لئے اکٹھے
 ہوئے ہیں۔ یہاں جن جن لڑکے لڑکیوں کو ڈگریاں
 دیتے کے لئے میں آیا ہوں انہیں خبر دار کر کے سمجھانا
 ہوں کہ ہمارا جو کام ہے وہ انہیں سمجھ کر کرنا ہے۔
 عقل سے خالی انسان اور بشو تو ایک سے ہیں۔ آج جنہیں
 ڈگریاں ملیں گی وہ بعد میں تو ہمارا ہی کام کریں
 گے، ہندوستانی کا پرچار کرینگے۔ اس لئے آپ سب کے
 پاس یہ سمجھہ کی دولت تو ضرور ہونی چاہئے۔ یہہ دولت
 اگر آپ کے پاس نہ ہو تو آپ یہہ کام کیسے کر سکیں گے۔
 دوسری بات جو میں آج کہنے والا ہوں وہ یہہ ہے
 کہ آج آپ لوگ جو قسم لینگے اس میں ہماری راشٹر
 بہاشا کا نام ہندی کے بجائے ہندوستانی رہیگا۔ ہماری
 راشٹر بہاشا ایک لپی میں نہیں بلکہ دولپیوں میں لکھی
 جائیگی۔ راشٹر بہاشا پرچار کام کے لئے پیسہ دینے والوں
 کو بھی یہہ بات پہلے سمجھا دینی چاہئے۔ ہمارا کام انہیں
 پسند ہے یا نہیں، یہہ دیکھ کر مدد دین۔ کام جو چلتا
 ہے وہ کوڑی سے ہی چلتا ہے۔ لیکن کوڑی
 بھی کام کے پیسے پیسے چلتی ہے۔ اگر ہم اس
 چیز کو ٹھیک نہیں سمجھتے جس کا کہ ہم پرچار
 کرنے میں تب تو وہ سب فضول ہے۔ یہہ ایک

اصول نہیں بلکہ پختہ تجربہ ہے ۔ ہماری رائٹر بھاشا انگریزی نہیں ہو سکتی ہے ۔ ہمارے دل سے ہندی شبد کے بدلے میں ہندستانی شبد نکالنا چاہتا ہے ۔ اور ایسے ہی بھارت کے چالیس کروڑ کے دل ہو جائیں ، وہ بھی آزاد بھارت کے ، تو ہماری رائٹر بھاشا سوائے ہندستانی کے دوسری کیسے رہ سکتی ہے اس ہندستانی کو آپ اچھی طرح سمجھ لیں ۔ ہندستانی تو ہندو اور مسلمان دونوں بولتے ہیں لیکن آس میں آج کل دو قسمیں ہو گئی ہیں ۔ سنسکرت سے لدی ہندی اور فارسی ملی مشکل اردو ۔ سنسکرت لدی ہندی میں سنسکرت شبدوں کی بارہ اتی ہے اور فارسی ملی اردو میں فارسی اور عربی شبدوں کی بارہ اگئی ہے ۔

..... ہندی اور اردو دونوں میں ہیں اور ہندستانی ساگر ہے ۔ ان دونوں میں سے ہمیں کسی سے ذفرت نہیں ہونی چاہئے ۔ ہمیں تو دونوں کو اپنا نا ہے ۔ ہندستانی کا پیٹ اتنا بڑا ہے کہ وہ دونوں کو اپنالے گی ۔

اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ - وہ ایک بھارتی اور اونچی بھاشا بن جائیگی جسے ہمارے اور دینا کے لوگ سیکھیں گے - ہندوستان میں کڑوروں لوگوں کی آبادی ہے، ہندوستانی آن کڑوروں آدمیوں کی، اور وہ بھی آزاد آدمیوں کی، بھاشا بن جائیگی - تو سچ مچ وہ ایک بڑی بات ہوگی - آج جو لڑکے ڈگریاں لینے آئے ہیں وہ اس بات کو کسی طرح سمجھ لیں اور اس کے مطابق کام کریں -

(تقریر - ۲۷ جنوری سنہ ۱۹۴۶ ع - مدراس کے ”دکن

بھارت ہندی پرچار سبھا“ کے جلسہ میں)

ہندوستانی بنام انگریزی

ہندوستانی سے کسی ہندو میں رہنے والے کو نفرت کیسے ہو سکتی ہے؟ سنسکرت لدی بھاشا چاہئے والے ڈرتے ہیں کہ ہندی کو نقصان پہنچے گا، اردو بولنے والے ڈرتے ہیں کہ فارسی عربی ملی اردو کا نقصان ہوگا، دونوں کا ڈر نکما ہے -

پرچار سے کوئی بھاشا نہیں پھیلتی - ایسا ہوتا تو ”وولا پک“

”یا ایسپرینٹو“ کو جنتا میں جگہ ملتی - لیکن ایسا نہیں ہوا

چند لوگوں کی ضد سے بھی کسی بھاشا کو جگہ نہیں

ملا کرتی - لیکن جو لوگ طاقت ور، محنتی، مخلص بہادر،

ہونواری ہیں ان کی بھاشا چلتی ہے اور طاقت ور بنتی

ہے۔ کوشش کرنا ہمارا کام ہے۔ لوگ جسے اپنا لینگے
 وہی ان کی بہاشا بن سکتی ہے۔ گو کہ انگریزی طاقت ور
 بہاشا ہے تو بھی وہ راشٹر بہاشا تو بن ہی نہیں سکتی
 اگر انگریزوں کا راج جب تک سورج اور چاند ہیں
 تب تک رہتے والا ہے تو وہ ان کے عملوں کی بہاشا
 ضرور ہوگی۔ لیکن عام جتنا کی کبھی نہیں۔ اب تو ہم
 یہہ جانتے ہیں کہ انگریزی راج ٹوٹنے والا ہے، شاید
 اسی برس میں وہ ختم ہو جائے گا۔ وہ خود یہہ کہتے
 ہیں اور ہم بھی مانتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہماری راشٹر
 بہاشا ہندستانی کے سوائے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتی۔
 آج کی ہندستانی کی دوشکلین ہیں، ہندی اور اردو،
 ہندی ناگری لپی میں لکھی جاتی ہے، اردو، اردو لپی
 میں۔ ابک کی سینچائی ہوتی ہے سنسکرت سے، دوسری کی
 عربی فارسی سے، اس لئے آج تو دونوں کو رہنا ہے۔
 دونوں ہی کے ملنے سے ہندستانی بنیگی۔ ائندہ آس کی
 کیا شکل ہوگی ہم نہیں جانتے نہ کوئی کہہ سکتا ہے۔
 جاننے کی ضرورت ہی نہیں۔ ۲۳ کٹرور سے زیادہ
 لوگ آج ہندستانی بولتے ہیں جب آبادی تیس کٹرور
 کی تھی تب ہندستانی بہاشا بولنے والوں کی امداد ہم
 کٹرور تھی۔ اگر ہم چالیس کٹرور ہو گئے ہیں تو دونوں
 شکاون میں بولنے والے زیادہ ہونے چاہیں۔ سو کچھ
 بھی ہو راشٹر بہاشا اسی میں ہے۔ دونوں بہنوں کو آپس

اختیار کریں گے؟ میں کہتا ہوں کہ جو میری دیوانگی گہی جاتی ہے اس کا یہی ایک خاص مقصد ہے۔ کسی خاص کام کی اہمیت کو جانچنے کا حقیقی معیار یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھی اس کو اختیار نہ کرے تب بھی وہ مبلغ کے لئے اس طرح بیکار نہ ہو جیسے ریتے کی رسی بٹنا۔ ہندوستانی کے متعلق میں اپنی تحریک کو اس معیار سے جانچتا ہوں تو معام ہوتا ہے کہ اگر تنہا میں ہی ہندوستان میں ایک شخص ہوں جو دونوں رسم الخط جانتا ہو اور اردو ہندی کو یکساں اسانی سے سمجھتا ہو تو ایسا شخص ایک قابل قدر جانکار کی حیثیت سے دیکھا جائے گا اور پاکستان اور ہندوستان دونوں میں اسکی ضرورت محسوس ہوگی..... یہ ایک نکتہ انگیز اشارہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں صرف مقبول عام مقاصد ہی کی تائید کیا کرے۔ مقبول عام مقاصد کو کسی مزید تائید کی ضرورت نہیں ہوا کرتی اور اکثر مقبول عام مقاصد کا عام توہرات کی طرح پوری طاقت سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے، خواہ طاقت کتنی ہی کم ہو۔ میں حاضرین سے کہتا ہوں کہ وہ دیوانگی کے اس طوفان کا مقابلہ کریں جو تمام ملک پر چھا رہا ہے کوئی مقصد جو فی الاصل مبنی پر انصاف ہو موہوم یا تائید سے محروم نہیں کہا جاسکتا۔

(پڑا تھا - ہریجن - ۱۳ جولائی سنہ ۱۹۵۰)

قومی زبان

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قومی زبان کے متعلق یہ جھگڑا کھڑا ہو گیا ہے کہ قومی زبان کیا ہو - مجھے سے کہا گیا ہے کہ وہ ہندی ہو گی جو دیوناگری حروف میں لکھی جائے گی - میں تو کبھی اس پر رضامند نہیں ہو سکتا - میں دو دفعہ ہندی سناہیتہ سمیان کا صدر رہ چکا ہوں - میں ہندی یا اردو کا دشمن نہیں ہو سکتا - لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ عوام کی زبان اور ہندوستان کی قومی زبان صرف وہی ہو سکتی ہے جو اردو ہندی کا مرکب ہو اور دیوناگری اور اردو دونوں رسم الخط میں لکھی جائے، یعنی ہندوستان میں بہت سے ہندوؤں کو جانتا ہوں، قطع نظر مسلمانوں کے، جو سنسکرت ملی ہوئی ہندی کو نہیں سمجھ سکتے اور نہ دیوناگری رسم الخط میں لکھ سکتے ہیں - لہذا میں تو ہندوستانی ہی زبان پر زور دیتا رہوں گا چاہے میں اوسکی تائید میں بالکل تنہا رہوں - آج مسلمان اپنے کو ہندوؤں کا دشمن سمجھیں مگر ہندوستان کو انہیں اپنے ساتھ متفق کرنا ہے، نہ تو چاہاوسی سے، نہ خوشامد سے

اور نہ دشمنی کے ذریعہ سے ۔ یہہ تو صرف دوستی ہی کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے جو بہادروں کا عدم تشدد ہے۔ میں تو کبھی بزدلی کا سبق نہیں دے سکتا، میں ایک راسخ العقیدہ ہندو ہوں لیکن میرا مذہب مجھے تمام مذاہب کے ساتھ یکساں روا داری سکھاتا ہے۔

(ہریجن - ۲ اگست ۱۹۴۷ء)

ایک خط اور اوس کا جواب

”شری متی بین بین کیپٹن لکھتی ہیں۔“
 ”دلی ریڈیو پر مجھے یہہ سنکر بڑا درد اور شرم معلوم ہوئی کہ ودھان سبھا کے کچھہ اپنے ہی لوگ ہمارے آس راسٹر بھاشا کو گدی سے اتارنا چاہتے ہیں جس کے لئے ہم برسوں سے لڑ رہے ہیں۔ سب سے زیادہ چوٹ لگانے والی بات تو یہہ ہے کہ کانگریس کے کئی پرانے لوگ بھی آج اس طرح اپنا دماغ کہو بیٹھے ہیں کہ جس چیز کو انہوں نے محنت سے بنایا، جسے تیار سے اپنایا، اسی کو توڑنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ مجھے آشا تھی کہ ہمارے بڑے بڑے نیتا تو عقلمندی اور راج نیتی سے کام لیں گے۔ مہربانی کر کے صاف صاف لکھیں کہ آپ اس بارے میں کیا چاہتے ہیں۔“
 (۱) ہماری ہندوستانی کیٹی کیا کرے۔

(۲) ہمارے ایماندار اور تیاگے کا جذبہ رکھنے والے ہندوستانی پر چارک کیا کریں -
 (۳) ہمارے دیش کے رہنے والے جو ہندو، مسلمان، پارسی، عیسائی اور یہودی کانگریس کے ٹھہراؤ میں ملانی ہوئی ہندوستانی کو منظور کرچکے ہیں اور اسے پیار کرتے ہیں وہ کیا کریں -

میں جانتی ہوں کہ آپ بہت سے کاموں میں پہنچے ہوئے ہیں مگر اس کام کے لئے بھی آپ کو چند منٹ تو نکالنے ہی ہونگے کیونکہ میں سمجھتی ہوں کہ یہہ اچھے دنوں میں ملک کو ایک کرنے والی مضبوط سے مضبوط ایک کڑی ہے۔ ہم نے تو اکھنڈ ہندوستان کی تصویر اپنی آنکھوں کے سامنے ہمیشہ رکھی ہے اور اسی کے لئے ساری زندگی کام کیا ہے۔ کل ہماری ایک کلاس کے قریب ۲۵ نوجوان میرے پاس آئے اور کہنے لگے ہمیں تو ہندوستانی پیاری ہے، ادب کے ہندی اور اردو دونوں روپ پیارے ہیں، ہم ہندوستانی کی راشٹر اہمیت بھی جانتے ہیں کچھہ تنگ دل اوگے کیوں ہمارا دائرہ محدود کرنا چاہتے ہیں۔ مہربانی کر کے ہمارے دوستوں کو دشمنی اور نفرت کے پنجے میں پھنسکر دور اندیشی کہونے سے روکئے۔۔۔ نہیں تو کنیا کماری سے لیکر کشمیر تک اور آسام سے لیکر سندھ تک کے سارے دیش کو سچی

دوستی اور دلی محبت کی زنجیر میں باندھنے کی آمید ختم
 ہو جائیگی۔ - پیرین بین کی طرح بہت سے دوسرے
 دیش بہگت بھی چاہے وہ کانگریس والے کہلا۔ ہوں
 یا نہ کہلاتے ہوں، بہت دکھی ہیں۔ یہہ خط لکھے
 جانے کے بعد راشٹر بہاشا کے سوال کا فیصلہ قریب دو
 ماہ کے لئے ملتوی ہو گیا ہے۔ جب ودھان سیما پھر ملے
 گی تب اس چیز کا فیصلہ ہوگا۔ یہہ اچھی بات ہے۔ اس
 سے لوگوں کو ٹھنڈے دل اور صاف دماغ سے سوچنے
 کا موقعہ ملے گا، ہندوؤں کو اپنے ظاہر یا غیر ظاہر برتاؤ
 سے مسلم لیگ کے اس بیان کو غلط ثابت کر دکھانا ہے کہ
 ہندستان کے ہندوؤں اور مسلمانوں کا دھرم الگ ہے
 اور اس لئے وہ ایک نہیں بلکہ دو راشٹر ہیں، کانگریس
 کی پیدائش سے ہی کانگریس والوں نے یہہ اعلان کیا ہے
 کہ ہندستان ایک راشٹر ہے جس میں دنیا کے ہر دھرم اور
 ہر فرقے کے لوگ رہتے ہیں، کانگریس سے کئی بار بھولیں
 ہوئی ہیں۔ پھر بھی کسویں کے وقت اکثر آنے اپنے اس
 دعویٰ کو ثابت کر دکھایا ہے کہ ہندستان کے رہنے والے
 سارے ہندستانی ایک راشٹر ہیں، پیرین بین دادا بھائی
 ناروجی کی بوقت ہیں۔ وہ ہندستان کے بڑے بڑے تاجروں اور
 ہمیشہ رہیں گے۔ فیروز شاہ مہتا بمبئی صوبے کے بے تاج
 کے بادشاہ تھے اور دادا بھائی ناروجی کے سورگ باسی

ہونے کے بعد کانگریس میں ان ہی کی چانتی تھی۔ یہہ حق انہیں
 آن کی بے لوث سیوا کی وجہ سے ملا تھا۔ اور بدرالدین
 طیب جی کون تھے۔ وہ ایک وقت کانگریس کے پریزیڈنٹ
 تھے۔ کیا وہ بکے مسلمان نہ تھے، مسلمان ہونے کی
 وجہ سے کیا آن کے ہندستانی ہونے میں کوئی کمی تھی۔
 ہندستان میں کئی دھرم ہیں مگر راشٹر ایک ہی ہے۔
 اور یہہ بات میں آج بھی کہنے کی ہمت کرتا ہوں جب
 کہ ہندستان کے دو ٹکڑے ہو چکے ہیں۔ یہہ ٹکڑے شاید
 لمبے عرصے تک قائم رہیں، مگر ہمیں ایک منٹ کے لئے
 بھی ایک دوسرے کا دشمن نہیں بننا چاہئے۔ لڑائی کے لئے
 دو کی ضرورت ہوتی ہے۔ تالی دو ہاتھ سے بچتی ہے۔
 مگر دوستی ایک طرف سے بھی ہو سکتی ہے۔ دوستی
 سودا نہیں۔ یہہ دوستی جسکا دوسرا نام اہنسا یا محبت
 ہے بزدلوں کا کام نہیں بلکہ بہادروں اور دور اندیش
 لوگوں کا کام ہے۔

میں پیرین بین کی اس بات سے اتفاق کرتا ہوں کہ
 نہ تو دیوناگری لپی میں لکھی ہوئی اور سنسکرت
 شبدوں سے بھری ہوئی ہندی اور نہ فارسی لپی میں لکھی
 ہوئی اور فارسی لفظوں سے بھری ہوئی اردو ہی ہندستان
 کی دو یا زیادہ جاتیوں کو ایک دوسری سے بانڈھنے والی
 زنجیر بن سکتی ہے۔ یہہ کام تو دونوں کے میل سے
 بنی ہوئی ہندستانی ہی کر سکتی ہے جو دونوں سے

زیادہ قدرتی ہے اور دیوناگری یا فارسی لپی میں لکھی جاتی ہے۔ ہندی اور اردو کا ملاپ قدرتی طور پر برسوں سے ہوتا آیا ہے۔ سب قدرتی باتوں کی طرح یہ بھی دھیمے دھیمے ہو رہا ہے، مگر ہو رہا ہے۔ یہ بات یکی ہے۔ جس طرح میں اردو بہاشا اور لپی سیکمہ رہا ہوں اسی طرح میرا مسلمان بھائی بھی مہری بہاشا اور لپی سیکمہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے یا نہیں، اسکی مجھ سے کوئی پرواہ نہیں، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو نقصان اسی کا ہے۔ میں تو اسی بہاشا سیکمہ کو فائدہ ہی اٹھاتا ہوں۔ میں نے کئی مولویوں سے باتیں کی ہیں۔ ہندوستانی میں انہیں اپنی بات سمجھانے میں مجھ سے کوئی دقت نہیں معلوم ہوئی، اگرچہ میں نے انکی فارسی شہدوں سے بہری اونچی اردو بولنے کا ڈھونگ کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ قریب قریب سب مولوی ہندی یا ہندوستانی نہیں جانتے، اس میں نقصان آتا ہے۔ میں نے تو ہمیشہ فائدہ ہی اٹھایا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جو بات میرے لئے سچ ہے وہ دوسرے بھائیوں کے لئے بھی سچ ہے۔

اب پیرین دین کے خاص سوالوں کو لوں :-

(۱) ہندوستانی کیلی کے ہر ایک ممبر کو اپنے عقیدے پر عمل کرنا ہے، یعنی اسے دونوں لیپان سیکمہ میں اور

ہندی اور اردو کی ملاوٹ سے یعنی ہوئی۔ بہاشا ہندستانی پر قابو پانا ہے۔ یہہ تب ہی ہوگا جب سادہ ہندی اور سادہ اردو کی محنت کے ساتھ عشق کی جانگی اور یہہ پہلی ضرورت پوری کرنے کے بعد یعنی خود ہندستانی سیکھہ لیتے کے بعد آئے (میر کو) چاہئے کہ وہ دوسروں کو ہندستانی سیکھنے کے لئے کہے۔

(۲) اگر ہندستانی پر چارک ایمان دار اور تیاگی ہیں، تو ان کے آس پاس کی فضا پر ان کی بات کا اثر پڑے بنا نہ رہے گا۔

(۳) جو لوگ ہندستانی کو راشٹر بہاشا مانتے ہیں اور آئے تیار کرتے ہیں، انہیں اس کا ثبوت دینے کے لئے ان لوگوں سے ہمیشہ صرف ہندستانی میں ہی بولنا چاہئے یا خط لکھنا چاہئے جو ان کی مادری زبان نہیں جانتے۔ اس طرح تامل ناڈ کا آدمی اپنے یہاں کے آدمی سے تامل میں ہی بولے گا، مگر دوسرے صوبوں کے لوگوں کے ساتھ ہندستانی میں بات کرے گا، آج کی انگریزی میں نہیں۔

ہریجن سیوک - ۳ اگست سنہ ۱۹۴۷ء

کانگریسی بھی اردو کے مخالف
شری مگن بھائی ڈیسائی نے آس خط و کتابت کی نقل
مجھے بھیجی ہے جو شری رتن لال پر مکہ کے ساتھ ہوئی

شری رتن لال کے خط میں لکھا ہے کہ ، اخباروں میں کانگریس پارٹی کا ہندی بہاشا کے بارے میں جو فیصلہ چھپا ہے اس کا لوگوں پر بہت اثر پڑا ہے ۔ اردو لپی سے انہیں اتنی چڑھ ہو گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ زندہ چیز نہیں ۔ کٹر کانگریسی بھی اب تو اردو کی مخالفت کرنے لگے ہیں ، اس لئے اگلی فروری میں ہونے والے ہندوستانی امتحانوں میں ویدیا تھیون کی تعداد شاید بہت گھٹ جائے گی ۔ میں ایشا کرتا ہوں کہ یہ بات سچ نہیں ہے ۔ گجرات ایسی نادانی نہیں کر سکتا ۔ مجھے اردو لپی لکھنے والے سے کی جانے والی نفرت پسند نہیں ہے ، باہر بھی میں اسے سمجھ سکتا ہوں ۔ مگر لپی سے نفرت کیسی ؟ ایسا کرنے میں مجھے گجراتیوں کی بیوپاری عقل کی کمی دیکھائی دیتی ہے ، ان میں وچار کی کمی معلوم ہوتی ہے ۔ گجراتی لوگ بیوپار میں دشمن اور دوست میں کوئی فرق نہیں کرتے ، دونوں کا پیسہ انہیں پیارا لگتا ہے ۔ ایسی بیوپاری عقل وہ راج نیتی میں کیوں نہیں دکھاتے ؟ مجھے تو دلی میں روز ہندو اور مسلمان ملتے رہتے ہیں ، ان میں سے زیادہ تر ہندوؤں کی بہاشا میں سنسکرت کے شبہ کم سے کم رہتے ہیں ، فارسی کے ہمیشہ زیادہ ۔ ناگری لپی تو وہ جانتے ہی نہیں ۔ ان کے خط یا تو اردو میں یا ٹوٹی بھوٹی انگریزی میں

ہوتے ہیں۔ انگریزی میں لکھنے کے لئے میں انہیں ڈالنا ہوں
 تو وہ اردو لپی میں لکھتے ہیں۔ اگر راشٹر بھاشا ہندی
 ہو اور لپی ناگری تو ان سب کا کیا حال ہوگا۔ لیکن
 میں یہ قبول کرتا ہوں کہ ہندوستانی پر میرا زور مسلمان
 بھائیوں کی خاطر ہے۔ یہاں میں گجرات کے مسلمانوں کی
 بات نہیں کرتا، وہ تو اردو جانتے ہی نہیں، وہ بہت
 مشکل سے اردو سیکھتے ہیں، انکی ماتری بھاشا گجراتی ہے۔
 لیکن اتر کے مسلمانوں کی بھاشا ہندوستانی ہے، اردو نہیں۔
 یعنی انکی راشٹر بھاشا آسان اردو ہے۔ گاؤں کے کڑوڑوں
 ہندو مسلمان کا کتابوں سے بہت کم لینا دینا ہوتا ہے، ان
 کی بولی ہندوستانی ہے۔ اس بولی کو مسلمان اردو لپی میں
 لکھنے کے اور کچھ ہندو ناگری میں اور کچھ اردو لپی
 میں لکھیں گے۔ اس لئے میرا اور آپ کا یہ دھرم ہے کہ
 ہم دونوں لپیوں میں لکھیں۔ اس دھرم کو گجرات کے
 بھائی بہنوں نے سمجھ بوجھ کر اب تک پالا ہے۔ انہوں
 نے ایسا کرنے میں آئندہ مانا ہے، کڑوا گھونٹ نہیں پیا ہے۔
 اب کیا اردو لپی ان کے لئے کڑوی ہو گئی ہے؟ میرے
 لئے تو وہ آج کی زہریلی فضا میں زیادہ میٹھی بن گئی ہے۔
 مجھے آج پاکستان کے باہر کے مسلمان زیادہ
 پیارے لگتے ہیں، انہیں اپنی حفاظت کے لئے
 پاکستان کی طرف ذہین دیکھنا ہے۔ اگر ایسا

ہوا تو یہ میرے اور آپ کے ہندو دھرم کے لئے
 شرم کی بات ہو گئی۔ سناتن ہندو دھرم
 کہینہ ذہین ہے۔ وہ بڑا فراخ دھرم ہے، وہ
 کنوٹین کے مینڈک کی طرح کنوٹین کو
 ہی اپنا دیش ذہین مانتا۔ وہ انسان کا
 دھرم ہے۔ مہا بھارت کے ایک شرح کرنے
 والے نے کہا ہے کہ مہا بھارت انسان کی تاریخ ہے
 یہی ٹھیک ہے۔ مگر ایسا ہو یا نہ ہو ہندو شبد سنسکرت
 کا نہیں ہے۔ سندھ کے آس پار رہنے والے کو پر دیسوں
 نے ہندو کہا اور ہم نے یہ شبد لے لیا۔ منو کسی ایک
 آدمی کا نام نہیں ہے، آن کا بنایا ہوا شاستر انسانی دھرم
 کا شاستر کہا جاتا ہے، یہ شاستر انسان کا ہے، اس میں
 اصل اشواک کون سے ہیں اور ہمد میں کون سے جوڑے
 کئے ہیں یہ کہنا مشکل ہے۔ ایسا انسانی دھرم شاستر
 سب پر لاگو ہونا چاہئے آس میں جات بات کا فرق نہیں
 ہو سکتا۔ اسکے لئے کوئی ہندو نہیں، مسلمان نہیں، پارسی
 نہیں، عیسائی نہیں بلکہ سب انسان ہیں۔ ایسے شاستر کو
 ماننے والے کسی طرح کا بھید بھاؤ کیسے رکھ سکتے ہیں؟
 یہ میرا ہے یہ پرایا ہے۔ ایسا تو تنگ دل آدمی ہی خیال
 کرتے ہیں۔ اس سناتن کھاوت کی بنا پر میرے اور آپ

کے لئے تو یہہ ہند۔تان ہے اور یہہ پاکستان ہے ایسا فرق
 ہی نہیں رہنا چاہئے۔ آج ایسا ماننے والے آپ اور
 میں دو ہی ہوں مگر ہم سچے ہوں گے سچے، رہیں گے
 تو کل سب ہمارے جیسے ہی بن جاویں گے۔ کانگریس کی
 ہمیشہ ایسی ہی فراخ دلی رہی ہے۔ آج اس فراخ دلی
 کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے۔ ہندستان کے ٹکڑے
 بندوق کے زور سے نہیں ہوئے ہیں نہ انہیں بندوق کے زور
 سے جوڑا جاسکتا ہے دونوں کے دل ایک ہون کے آپ ہی
 وہ ٹکڑے جڑیں گے۔ آج کی تیاری اس کے خلاف ہے۔
 اس حالت میں کانگریس والوں کو مضبوط رہنا
 چاہیے۔ راشٹر بہاشا دو نہیں، ایک ہی ہو سکتی
 ہے۔ وہ سنسکرت سے بھری ہندی یا فارسی
 سے بھری اردو نہیں ہو سکتی ہے۔ وہ تو
 ہندستانی ہی ہو سکتی ہے جو دونوں کے
 سندھ سنگم سے ہی بن سکتی ہے۔ اور اردو
 یا ناگری کسی بھی میں لکھی جاسکتی ہے۔ خود
 دار کجرات تو اس طوفان کے سامنے جھک نہ جاتا،
 جن دانتوں نے چاول چائے ہیں وہ کیا کوئلہ
 چاویں گے؟ میری چائے تو ایسا کبھی نہ ہونے دوں۔

آردو لہجی سے بہاگ کر ہمیں نامردوں کی طرح پہچانتے
نہ ہٹنا چاہئی۔۔۔

ہریجن سیوک - ۱۰ اگست ۱۹۴۷ ع

عقل و فہم کا جرم

اگر ہم اپنی نظر کو ذرقہ واری نقطہ نظر
سے پاک رکھیں اور اس مسئلہ کو ساینڈویچ
طریقہ سے دیکھیں تو ہم فوراً اس نتیجہ
پر پہنچیں گے کہ خود اپنے مفاد کے لئے ہمیں
ہندوستان کی قومی زبان ہندوستانی کو
بہانا چاہئے جو نہ تو سنسکرت کے سانچہ میں
ڈھالی ہوئی ہندی ہو اور نہ فارسی کے سانچہ میں
ڈھالی ہوئی آردو، بلکہ دونوں کا ایک خوبصورت
مزج ہو جس میں ملک کی مختلف زبانوں سے بلکہ غیر
ملکی زبانوں سے الفاظ بے تکلف لئے جائیں۔ اپنے کو
صرف ہندی یا آردو تک محدود رکھا عقل و فہم اور
قوم پرستی کے خلاف یک جرم ہوگا۔ انگریزی زبان
دینا میں سب سے زیادہ وسیع ہے اس لئے کہ اس نے
تمام زبانوں سے الفاظ لئے ہیں۔ اگر انگلستان اٹلی،
یونان، اور جرمنی وغیرہ سے الفاظ لئے سکتا ہے
تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اس صورت میں

عربی زبان سے الفاظ اپنے میں اس قدر تردد کیوں ہو
جب کہ صرف و نحو کا نقشہ بدستور قائم رہے -
(ہریجن - ۵ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ ع)

مشتوک زبان

اگر ہندستان کے مسلمان ہندستان کے وفادار ہیں اور
انہوں نے اپنی آزاد مرضی سے س ملک کو اپنا وطن بنایا
ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ دونوں رسم الخط سیکھیں
..... یونین کے لئے ضرور ہے کہ اس کے
پاس ایک ایسی مشترک زبان ہو جو تمام صوبوں میں پڑھی
اور لکھی جاسکے میں تو ایک قدم اور آگے جاؤں گا اور
کہوں گا کہ اگر دونوں ملک (پاکستان اور ہندستان) ایک
دوسرے کے دوست رہیں تو ہندستانی زبان کو آوں
دونوں کے درمیان مشترک زبان ہونا چاہئے اسکے یہ
معنی نہیں کہ اردو اور ہندی ایک جداگانہ بولی کی حیثیت
سے باقی نہ رہیں - آں دونوں کو باقی رہنا چاہئے اور
ترقی کرنی چاہئے - لیکن اگر ہندستان میں ہندو اور مسلمان
بلکہ تمام مذاہب کے لوگ آپس میں دوست ہوں تو
انہیں ایک ایسی مشترکہ زبان کو قبول کرنا چاہئے جو ہندی
اور اردو کے اشتراک سے پیدا ہوئی ہے - انہیں دونوں
رسم الخط سیکھنے چاہیں اور یہی انڈین یونین کے ہندو
اور مسلمانوں کا امتحان ہوگا - یہ کہنا غلط ہوگا کہ اگر

یونین کے مسلمان ناگری سیکہنے سے انکار کرین تو
 ہند۔ تہی زبان قومی زبان نہیں بن سکتی۔ خواہ مسلمان
 ناگری سیکہیں یا نہ سیکہیں مگر ہندوؤں اور تمام دوسرے
 مذہب کے لوگوں کو دونوں رسم الخط سیکہنے چاہیں۔
 یہہ ممکن ہے کہ موجودہ زہر آلودہ فضا میں یہہ سادہ بات
 سمجھ میں نہ آئے۔ اگر ہندو چاہتے ہیں تو
 وہ اردو زبان اور اردو الفاظ اور اردو
 رسم الخط کا باڈیکاٹ کرین لیکن ایسا کرنے
 سے نقصان سب ہی کا ہو گا۔ لہذا جو لوگ
 ہندوستانی پرچار کے کام میں مصروف ہیں
 وہ اپنے اعتقاد اور کوشش کو کمزور نہ
 کرین

(ہریجن - ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ ع)

مجھے دکہہ ہوا

میں نے اخباروں میں ایک پیراگراف دیکھا ہے کہ
 ایندہ سے صوبہ متحدہ کی سرکاری زبان ہندی دیوناگری
 رسم الخط کے ساتھ ہوگی۔ اس سے مجھے دکہہ ہوا۔
 انڈین یونین میں جتنے مسلمان ہیں انکے ایک چوتھائی
 صوبہ متحدہ میں رہتے ہیں۔ سر تیج بہادر سپرو کی
 طرح بہت سے ہندو ایسے ہیں جو اردو کے عالم ہیں۔ کیا

وہ اردو رسم الخط کو بھول جائیں؟ صحیح بات یہی ہوگی کہ دونوں رسم الخط کو قائم رکھا جائے اور سرکاری کاموں کے لئے آن میں سے کسی ایک کو پسند کر لیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ دونوں رسم الخط کا سیکھنا لازمی ہو جائے گا۔ اس طرح زبان خود اپنا راستہ پیدا کر لیگی اور ہندستانی صویہ کی زبان بن جائے۔ گی دونوں رسم الخط سے یہہ واقفیت ضایع نہ جائے گی۔ وہ آن کر اور آن کی زبان کو مالا مال کر دیگی۔ کسی کو بھی اس اقدام پر ناراض ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ انہیں چاہئے کہ مسلمانوں کے ساتھ انہیں شہری سمجھ کر برتاؤ کریں۔ مساویانہ برتاؤ کا تقاضہ یہہ ہے کہ اردو رسم الخط کا بھی احترام کیا جائے انہیں۔ ایک ایسی مملکت نہ بنانی چاہئے جہاں (مسلمانوں کے لئے) عزت کی زندگی ناممکن ہو جائے۔ اور ایسا عمل کر کے یہہ دعویٰ نہ کرنا چاہئے کہ وہ یہہ نہیں چاہتے کہ مسلمان چلے جائیں اگر حقیقی طور پر مساویانہ برتاؤ کے باوجود مسلمان پاکستان جانا چاہیں تو یہہ انکی مرضی ہے۔ لیکن ہمارے برتاؤ میں کوئی ایسی بات نہ ہوتی چاہئے جو انہیں خوفزدہ کر کے بھگادے۔ ہمارے طرز عمل کو صحیح ہونا چاہئے، تب ہی ہم ہندستان کی خدمت کر سکیں گے اور اپنے

دھرم کی حفاظت کر سکیں گے۔ مگر ہم مسلمانوں کو قتل کر کے
یا ان کو بہکا کر یا ان پر کسی صورت میں جبر کر کے
یہ مقصد حاصل نہیں کر سکتے، ہمیں صحیح کام کرنا ہے
بلا لحاظ اس امر کے کہ پاکستان میں کیا ہو رہا ہے۔

(دہلی ڈائری - ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ ع)

ادنی قوم پرستی

مجھے کوئی شبہ نہیں کہ ہندوستانی ہی تمام ہندوستانیوں
کے لئے بہترین بین الصوبائی زبان ہو سکتی ہے۔ نہ تو
فارسی کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی اردو، اور نہ سنسکرت
کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہندی عوام کے لئے عام طور
پر قابل فہم ہو سکتی ہے۔ برطانوی راج کے ختم ہو جانے
کے بعد انگریزی زبان کو مشترکہ بول چال کے ذریعہ کی
حیثیت سے اور نیز بحیثیت سرکاری زبان کے ختم ہو جانا
ہے۔ میں انگریزی زبان کا اس کے اپنے مقام پر احترام
کرتا ہوں مگر وہ کبھی ہندوستان کی قومی زبان نہیں
ہو سکتی..... ایک دوست نے مجھے یاد دلایا ہے کہ
دونوں رسم الخط کے سیکھنے پر میرا اصرار ممکن ہے
کہ دونوں رسم الخط کو اپنی جگہ سے ہٹا دے اور
رومن رسم الخط کے لئے جگہ پیدا کر دے..... میں
اس خیال سے متفق نہیں ہوں، نہ مجھے یہ اندیشہ ہے

کہ دونوں رسم الخط کی جگہ کبھی بھی رومن رسم الخط حاصل کر سکیگا۔ میں اس مسئلہ پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ میں نے صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے اس مسئلہ کا ذکر کیا ہے کہ ہماری قوم پرستی اگر دونوں رسم الخط کے سیکھنے سے گہراقتی ہے تو وہ بہت ہی ادنیٰ قسم کی قوم پرستی ہے۔ ملک کے لئے تمہاری محبت ایسی ہونی چاہئے کہ دونوں رسم الخط کا سیکھنا تمہارے لئے باعث مسرت ہو..... (۱۸ اکتوبر - سنہ ۱۹۴۷ ع)

”میرے رخصت ہو جانے کے بعد میرے الفاظ کو یاد کرو گے!“

لالہ لاجپت رائے میرے دوست تھے اور میں انہیں یہ کہہ کر چھیڑا کرتا تھا کہ آخر وہ کب خالص ہندی زبان میں لکھنا پڑھنا سیکھیں گے۔ لالہ جی کہا کرتے تھے کہ وہ ایسا نہیں کر سکتے (حالانکہ وہ بہت پر جوش آریہ سماجی تھے) اس لئے کہ ان کی مادری زبان اردو ہے۔ اسی زبان میں وہ جلسوں کے حاضرین کو مسحور کر دیا کرتے تھے۔ میں دو دفعہ ہندی سہتیہ سمیان کا صدر رہ چکا ہوں اس وقت تو سمیان قومی زبان کے متعلق میری کوششوں کا سوا گت کرتی تھی مگر اب کیوں وہ اس بات کو

نا پسند کرتی ہے۔ کیا آردو اور ہندی کو ملا کر ایک زبان بنانے کی کوشش کر کے میں کمتر درجہ کا ہندو یا ہندستانی ہو گیا؟..... کیا وہ ایک کل ہندستان کی زبان کی خدمت کر سکتے ہیں اگر آردو رسم الخط اور آردو زبان کو اس سے خارج کر دیا جائے؟ میں ہمیشہ تو تمہارے پاس رہونگا نہیں مگر تم میرے رخصت ہو جانے کے بعد میرے الفاظ کو یاد کرو گے؟..... عدم روا داری مذہب کی نفی ہے۔

(۱۸ دسمبر سنہ ۱۹۴۷ ع)

ہندستان میں پیدا ہوئی

ایک نامہ نگار نے لکھا ہے کہ انہیں میری زبان سے یہہ سنکر تعجب اور رنج ہوا کہ مجھے انگریزی زبان میں خطوط ملتے ہیں تو دکھ ہوتا ہے۔ میں نے تو کہا تھا کہ ہندستان سب کا دوست ہے، لہذا اگر مسلمانوں اور انگریزوں کے متعلق مساوی طور پر میں دوستانہ احساسات رکھتا ہوں تو پھر یہہ کیا بات ہے کہ میں آردو کو محفوظ رکھنے اور انگریزی کو جگہ سے ہٹا کر اس کی جگہ دوسری زبان رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے اس سوال پر سخت حیرت ہوئی۔ اس سے حقائق سے

انتہائی بے خبری ظاہر ہوتی ہے۔ انگریزی تو ایک غیر ملکی زبان ہے، اردو تو ایسی نہیں ہے۔ مجھے تو اس بات پر فخر ہے کہ اردو ایک ایسی زبان ہے، جو ہندستان میں پیدا ہوئی اور ہندستانی زبان ہے۔ شروع میں تو تو زبان وہ تھی جو مسلمانوں کی حکومت کے زمانہ میں فوجی کیمپوں میں بولی جاتی تھی اور فوج میں زیادہ تر ہندستانی لوگ تھے، ہندو بھی اور مسلمان بھی۔ مسلمان حکمرانوں نے ہندستان کو اپنا وطن بنا لیا تھا.....

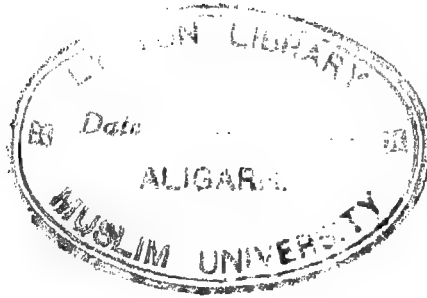
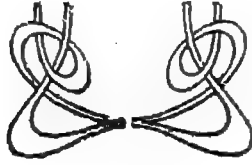
جب سے کہ جنوبی افریقہ سے میں ہندستان واپس آیا ہوں میں تو بہ آواز دھل کہتا رہا ہوں کہ ہندستان کی قومی زبان سوائے اس زبان کے کوئی زبان نہیں ہو سکتی جسے شمالی ہندستان میں ہندو اور مسلمان بولتے ہیں، اور جو ناگری اور اردو رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ وہی شاعر تلسی داس کی زبان تھی۔ اس شاعر اور مرد خدا نے اپنے زمانہ میں بھی فارسی اور عربی کے الفاظ استعمال کرنے میں تکلف نہیں کیا تھا.....

..... یہی زبان جس نے اب ترقی کر لی ہے آتر صوبائی زبان ہے جو دونوں رسم الخط میں لکھی جاتی ہے..... اردو ایک ایسی زبان ہے جس میں عربی اور فارسی کے الفاظ زیادہ ہیں..... ہندی میں عربی اور فارسی کو خارج کرنے کا رجحان ہے۔ ہندستانی

(۲۰۷)

ان دونوں کا ایک خوشگوار مرکب ہے ، جس کی گریمر
پر فارسی یا عربی کا اثر نہیں پڑا ہے

(۱۸ دسمبر سنہ ۱۹۴۷ ع)



ذو اجیون پبلیکیشننگ ہاؤس (احمد آباد) کی کتابچین

Story of my Experiments with Truth.

گجراتی زبان سے مہادیو ڈیسائی نے ترجمہ کیا۔ قیمت سات روپیہ Rs. 7-0-0

Key to Health.

حفظان صحت کے طریقوں کے متعلق گاندھی جی کا ایک خاص نظریہ تھا جسکو اس کتاب میں واضح کیا گیا ہے۔ قیمت دس آنہ 0-10-0

Non-Violence in Peace and War.

(جلد پہلی اور دوسری) جنگ کے متعلق عدم تشدد پر گاندھی جی کی تحریروں کا مجموعہ۔ قیمت پہلی جلد سات روپیہ (Rs. 7-0-0) - دوسری جلد پانچ روپیہ آٹھ آنہ (Rs. 5-8-0)

Cent Per Cent Swadeshi.

اس تحریک پر مہاتما جی کے خیالات یکجا کر دیے گئے ہیں۔ قیمت دو روپیہ (Rs. 2-0-0)

From Yeravda Mandir.

گجراتی سے ترجمہ۔ یہ وہ خطوط ہیں جو مہاتما جی نے یراودا جیل سے لکھے تھے۔ قیمت آٹھ آنہ (0-8-0)

Hind Swaraj.

لہجرت کے بجائے محبت کا پرچار۔ سواراج کے متعلق مہاتما جی کا تصور۔ قیمت آٹھ آنہ (0-8-0)

Self Restraint vs. Self Indulgence.

جنسی تعلقات کے متعلق مہاتما جی کے اصول قیمت دو روپیہ (Rs. 2-0-0)

Women & Social Injustice.

عورتوں کی حق تلفی پر مہاتما جی کے احساسات۔ قیمت تین روپیہ (Rs. 3-0-0)

Delhi Diary. برار تمہا کے جلسوں میں ہمارا سماجی کی تاریخ
 تقریریں، آخری دفعہ جب وہ دہلی میں روایہ
 مقیم تھے - قیمت تین روایہ
 (Rs. 3-0-0)

The Nations Voice. قیمت تین روایہ (Rs. 3-0-0)

Gandhiji's correspondence with the Govt. سنہ ۱۹۴۲ ع سے ۱۹۴۴ ع - قیمت
 دو روایہ آٹھ آنہ (Rs. 2-8-0)

Constructive Programme. قیمت ۶ آنہ (-6-)

Communal Unity. فرقہ واری اتحاد کے متعلق جو کچھ
 گاندھی جی نے کہا وہ سب اس
 کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ قیمت
 ۹ روایہ (Rs. 9-0-0)

To the Students. قیمت تین روایہ آٹھ آنہ
 (Rs. 3-8-0)

Food Smortgage. قیمت دو روایہ آٹھ آنہ (Rs. 2-8-0)

Diet and Diet Reform. قیمت دو روایہ (Rs. 2-0-0)

Ramnama قیمت ایک روایہ (Rs. 1-0-0)

Bapu's Letters to Mira قیمت چار روایہ (Rs. 4-0-0)

Gleanings. قیمت ۶ آنہ (0-6-0)

Selected Letters. قیمت ۷ آنہ (0-7-0)

Selections from Gandhi. قیمت چار روایہ (Rs. 4-0-0)

Satyagraha in Champaran. قیمت ۲ روایہ چار آنہ (Rs. 2-4-0)

ہاوس احمد آباد
 پوری دہر سٹ نو ا جیون ہمالیشنگ
 سے طاب کیجئے

॥
(२)

८११८२

DUE DATE

Ram Baba Saksena Collection.

२२.८८

11-5 = ~~11-5~~ Babo Saksena Collection 2915 d3

(12)

23-11

Date	No.	Date	No.